# فرقانِ عظیم



# فرقان عظیم......ایک تاثر

از آیت اللہ علامہ عقیل الغروی (لندن)

حسین سحر شاعر ہی نہیں ایک دانشور شاعر ہیں۔ان کی دانشوری کی سب سے بڑی سندان کی قرآن کریم سے وابستگی ہے۔ مجھے ان کی شخصیت کے سوانحی کوائف کا بھی علم نہیں۔لیکن میں نے ان کے بہت سے اشعار کا مطالعہ ضرور کیا ہے اور اگر یہ سچ ہے کہ انسان اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوتا ہے تو پھر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے انہیں بے نقاب کر لیا ہے۔ان کی شخصیت میں سخنوری اور دانشوری کا ایسا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔جو بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔

حسین سحر صاحب کا پیش نظر کارنامہ اردو میں قرآن کریم کے مفاہیم کی آزاد نظیم کی ہیئت میں ترسیل یا ترجمانی،ان کی سخنوری اور دانشوری دونوں کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔جیسا کہ انہوں نے عرض مترجم کے عنوان سے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ یہ قرآن مجید کا براہ راست ترجمہ نہیں ۔ بلکہ یہ ترجمہ در ترجمہ ایک مترسل ترجمانی ہے۔جس میں انہوں نے مختلف مکاتب فکر کے مترجمین کے تراجم سے گویا مشترکہ مفاہیم کا اقتباس کر کے انہیں اپنی انتخاب کردہ عروضی بحر میں آزادانہ شعوری ہیئت کے ساتھ سمونے کی کوشش کی ہے۔ان کی یہ کوشش ان کے ریاض سخن کی روحانی آبیاری کی ایک کامیاب اور حسین کوشش ہے اس کے مطالعے کے ضمن میں ترجمے کی علمی اور فنی دقیقہ سنجیوں سے مفہوم تک کی معنوی تہہ داریوں کا نگاہ تحقیق سے جائزہ لینے کی گنجائش نہیں ہے۔اگر چہ یہ کوشش ان کے ریاض فن کی شادابی اور ذوق سخن کی آسودگی سے قطع نظر کرتے ہوئے بجائے خود ایک علمی اہمیت بھی ضرور رکھتی ہے۔لیکن اس سے کہیں زیادہ اس کی ایک تہذیبی حرمت ہے۔ چنانچہ مختلف مذہبی مکاتب فکر ونظر کے درمیان بڑھتی ہوئی شدت پسندانہ خلیج کے اس دور میں علمی اور فکری اقدار مشترک کی تلاش اور اس شعری دلآویزی کے ساتھ پیش کرنے کی یہ سعی جمیل تہذیبی اور ثقافتی میزان میں ہر لحاظ سے ایک قابل تحسین کارنامہ قرار دی جائے گی ۔ دوسرے لفظوں میں حسین سحر کی یہ تخلیق ''نارواداری'' کے دور میں رواداری کی ایک عظیم الشان روایت کی تخلیق کے مترادف ہے۔جس کی ثقافتی ارزش کو باآسانی وارزانی آنکا نہیں جا سکتا۔رب کریم، احسن الخالقین ہے یقیناً وہی ان کی اس تخلیق کی حقیقی قدر شناسی فرمائے گا۔اور وہ کہ جو کسی کی کوئی بھی کوشش رائیگاں نہیں کرتا۔حسین سحر کی اس کوشش کی بھی انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے گا۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

والحمد للہ فی الاولیٰ والآخرۃ وصلی اللہ علی النبیؐ وعلی عترتہ الطاہرین

# علامہ عبدالعزیز خالد کے ایک خط سے اقتباس

حسین سحر کے نام

آپ نے کیا محیر العقول کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں تو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ آپ کتنے موزوں طبع ہیں کتنے نغز گو ہیں۔ آپ کو قرآنی مطالب پر کس قدر عبور ہے اور عربی زبان پر کس قدر دسترس ہے! مجھے بخدا اس کا اندازہ نہیں تھا۔

اس روز جب آپ آئے تھے اور آپ نے کہا تھا کہ ''میں قرآن کا منظوم ترجمہ کرنے والا ہوں!'' تو میں اسے محض ایک بڑا بول سمجھا تھا۔ مجھے آپ میں چھپے جوہر کا اندازہ نہیں تھا۔ آپ نے اب تک اپنے آپ کو کیسے چھپائے رکھا۔ میں حیران ہوں۔

بہرحال آپ نے ایک عظیم کام کیا ہے۔ خدا آپ کو دونوں جہاں میں اس کا اجر دے۔

مجھے تو اسے دیکھ کر اپنی تنک مائیگی کا شدید احساس ہوا۔

آپ نے میرے ترجمے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ وہ کچھ ایسے حالات میں شائع ہوا تھا کہ اس میں بہت سی فروگزاشتیں رہ گئی تھیں۔ جن پر مجھے بڑی ندامت ہے۔ اس کے بعد حک و ترمیم کے بعد میں نے نیا نسخہ تیار کیا ہے۔ خواہش ہے کہ چھپ جائے لیکن کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میری کوئی بھی کتاب اس وقت بازار میں دستیاب نہیں۔

جو چند منظوم ترجمے میرے پاس ہیں۔ علامہ سیماب کا، آغا شاعر قزلباش کا چند پاروں کا، جناب اثر زبیری کا نصف قرآن کا اور جناب شمیم رجز کا۔ آپ کا ترجمہ ان سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک۔ سلاست اور روانی میں بے مثل۔



# پروفیسر حسین سحر بطور مترجم

محمد صادق رضاوی۔ ریاض (سعودی عرب)

ترجمہ کوئی مشکل کام نہیں، ہر کوئی جس کو دلچسپی ہو کر سکتا ہے۔ مگر عربی زبان کا سمجھنا، ایک ایک لفظ جو کثیر المعانی ہو اس کو جاننا بہت بڑا کام ہے خصوصاً بدوی شاعری کو سمجھنا۔ خالد الفیصل۔ عبداللہ الفیصل دورِ جدید کے بڑے نام ہیں۔ حسین سحر صاحب نے نہ صرف ترجمہ کیا بالکل شاعر کی اصل روح کو اندر تک اور روح کے عمق تک جانا ہے۔ خالد الفیصل نے واٹر کلر اور باریک خطوط سے کام لیا۔ ان کا اصل موضوع عشق، جاناری، ایفاء و پیمانِ وفا، اصیل عربی گھوڑے محبوب کے عارض و لب۔ آنکھوں کے کنول اور زلف کے گرداب رہے ہیں اور پروفیسر سحر نے بڑی خوش اسلوبی سے بڑی چابکدستی و سلامت زبان سے اردو کے پیکر میں ڈھالا ہے اور کہیں کہیں ترجمہ اصل سے زیادہ گداز لگتا ہے اور یہی سحر کا سحر ہے۔

میں نے اپنی نیم فنی و علمی رائے شروع کر دی اور اپنے و سحر صاحب صاحب کا پس منظر تو بتایا ہی نہیں۔ اپنے ایک مضمون ٹوئن ٹاورز آف ریاض میں نے دو حضرات کا ذکر کیا ہے، ڈاکٹر مرتضیٰ صدیقی و صفدر حسین، ان دو حضرات میں صدیقی صاحب مہربان ڈاکٹروں کی مہربانیوں اور اپنی لاپرواہی کی نذر ہو گئے، صفدر صاحب بچے تھے، ان کی خانقاہ صفدریہ میں کچھ انمول رتن جمع ہوتے تھے اور ملک کج رفتار کو یہ پسند نہیں آیا، وہ بھی موسیٰ ندی کے پہلو میں جا سوئے، ان کی خانقاہ میں سحر صاحب کا ذکر اکر رہتا۔ سحر صاحب بھی رونق بخشتے تھے، مگر وائے بدنصیبی مری مصروفیت نے مجھے یہ موقع نہ دیا، صفدر مرحومؒ نے اپنی حیات میں مجھے خالد الفیصل کا دیوان دیا اور مجھ حقیر میں انہوں نے نہ جانے کیا دیکھا کہ دیوانِ خالد، خالد اور پروفیسر سحر پر تبصرہ و مضمون لکھنے کو دیا، وہ اپنی دیدہ زیب کاوش ''دیوانِ خالد'' مترجم اردو کی رونمائی میں مجھ سے پڑھوانا چاہتے تھے۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور ان کے حوالے کر دیا۔ صفدر صاحب امیر خالد کو تقریب میں بلانا چاہتے تھے مگر ایک کرم فرما کی مہربانیوں کے سبب ایسا نہ ہو سکا۔ وائے حسرتا! خالد الفیصل کے لئے ایک

دیدہ زیب گھوڑے کی تصویر بھی تھی، صفدر مرحومؒ کی تمام کوششیں نا کام ہوئیں اور وہ یہ حسرت نا کام لیکر خالق حقیقی سے جا ملے، وقت پیسہ اور حسرت سب نا تمام و نا کام اور ان کی وفات کے بعد میرا مضمون بھی گیا۔

ایک روز میرے کلینک پہ جناب ابوظفر صاحب ان حضرت (سحر صاحب) کو لیکر تشریف لائے، بھٹہ صاحب کا میں ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھ حقیر کو یہ سعادت بخشی اور سحر صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی۔ مگر وہ میرے لئے اجنبی نہ تھے، زمانوں اور صدیوں کا تعلق لگتا ہے، نسبت بھی خاص رہی "حضرت رکن الدین زکریاؒ اور حضرت شیخ شمس تبریزی رحمت اللہ کے ملتان سے ملتان میں ہم ضرور آنکھ مچولی کھیلتے رہے ہونگے، سحر صاحب میرے میرے ہم عمر ہیں، لیکن علم میں کلاں، حیرت کی بات ہے کہ ہمارے ستارے ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں اور ملاقات کا ہونا مری آخر عمر میں تحریر تھا، سموالامیر عبداللہ الفیصل 'انت عمری'"...... 'انی قبل ماشوفک ، عمری ضائع "(ترے نہ ملنے سے پہلے جو بھی عمر گذری وہ عمر کا ضیاع تھا) نے ہماری کیا خوب تفسیر کی ہے۔

یہ تو پس منظر تھا، اب سن تو پہلے سے رہے تھے مگر رات قرآن کریم کا ترجمہ مری نظر سے گزرا اور میں محو تماشا رہ گیا۔ ایک عجمی کا عربی زبان پر عبور ایک حیرت کن قبلتہ سے کم نہ تھا، عربی قرآن کریم کا حافظ ہونا اور بات ہے، قاری ہونا ایک اور بات ہے مگر عربی کی نوک پلک کا شعور رکھنا اور افہام وتفہیم رکھنا دوسری، عربی تو وہ زبان ہے جو رب سبحان تعالیٰ اور اہل جنت کی زبان ہے اور ایک ایک لفظ کے ہزار معانی، اصلی اور شدھ عربی صرف اہل یمن و اہل موصل یا پھر بادیہ الشام میں بولی جاتی ہے، متنبی و ابوالفراس الحمدانی، عنترا بن شدا دیا پھر خضرم کا سمجھنا اتنا آسان نہیں ہے کہ قرآن کریم، کتاب کھولنے سے پہلے میں یقیں و بے یقینی کے عالم مبتلا تھا، اور میرے اندر کا بدا انسان کہہ رہا تھا کہ دیکھنے میں کیا حرج ہے، مگر مقطع میں گستاخانہ بات آپڑی تھی کہ میں نے کچھ پڑھنا بھی ہے اور کرسی پر گران باری بھی کرنی ہے کہ اخلاقی قدروں کی کڑوی کسیلی گولی کھانی پڑی اور اپنی بدخواہشات کا گلہ گھونٹنا پڑا اور اپنی ساری جہالت کے باوصف رات تین بجے



تک جتنا مطالعہ کرسکتا تھا وہ کیا اور جتنا جتنا بڑھتا رہا حیرت کدہ میں داخل ہوتا رہا، سورہ فاتحہ سے بقری، آل عمران، یوسف، حشر، المزمل، رحمٰن، واقعہ اور پھر الملک سے سورہ اخلاص تک، پڑھ تو گیا مگر حیرت برقرار رہی، اس پورے ترجمے میں سحر صاحب کس کس مرحلے سے یعنی قطرے سے گہر ہونے تک کیلیے گزرے ہوں گے۔ اس کے لئے جن جن مراحل، محنت اور عمل کی بھٹی سے گزرنا آسان نہیں، ترجمے کے رموز میں میں واقف ہوں، جن جن ہستیوں سے افادہ کیا وہ معتبر ہیں، الفاظ سلیس، سب سے بڑی بات قرآن کریم جیسی عبارت کو ٹھیس نہیں لگی، معانی سے انحراف نہیں، عام فہم اور روان، سب سے بڑی خوبی ہے خداوند ہزار نعمت ان کو طویل عمر دے کہ وہ الہیات کے موضوع سے مشعل راہ روشن کرسکیں، اللہ انکا اور تمام پاکستان کا محافظ ہو اللہ تعالیٰ پاکستان کی اس طرح حفاظت کرے جیسے قرآن کریم کی کی ہے۔

# ترجمان فرقان

ابوالامتیاز ع س مسلم

باری تعالیٰ نے لحہ ازل میں آدم کو شرف آدمیت اور خلافت ارضی سے نوازا تو بہ کمال رحمت، مکمل اور ابدی ہدایت کا وعدہ فرمایا:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ. (۲،بقر ۳۸)

"پس اگر تمہیں میری جانب سے ہدایت پہنچے (اور وہ یقیناً پہنچے گی) تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان کے لئے کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ (کسی خطرہ یا تشویش کے باعث) غمگین ہوں گے"۔

اس لطف خاص کے باوصف اس کی مزید تقویت قلب اور استقلال و عزیمت کی استواری کیلئے بار بار یقین دہانی کرائی گئی:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی. (۲۰، طٰه، ۱۲۳)

"پھر اگر تم کو میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے (اور وہ بالیقین پہنچے گی) تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) محروم اجر رہے گا (بلکہ وہ میری بخشش سے فیضیاب ہوگا)"۔

یہی نہیں بلکہ بندے کو شرف انسانی سے بہرہ ور کرنے کے بعد اسے کامیابی و کامرانی کی طرف مہمیز کرنے کیلئے اس ارحم الرحمین نے اپنے وفور رحمت سے اس یکطرفہ عہد کو ایک میثاق میں منضبط کر کے اس کے خمیر میں رکھ دیا تاکہ اس عالم ناسوت میں بھی ضرب ضمیر سے اس کی یاددہانی ہوتی رہے اور وہ دوسری غیر مکلف مخلوق کی طرح مجبور محض نہ رہ جائے بلکہ اپنے عقل و اختیار اور وجدان و عرفان کے باعث اس پر عالم ہونے اور سب پر اپنا شرف ثابت کرنے پر قادر ہو۔



چنانچہ اس جوہر کے اثبات کیلئے اس نے اولاد آدم کی تمام روحوں سے سوال کیا:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ. (۷،اعراف، ۱۷۲)

"کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو سب نے بیک زبان اقرار کیا۔

قَالُوْا بَلٰی. شَهِدْنَا. (۷،اعراف ۱۷۲)

"ہاں (ہم اقرار کرتے ہیں کہ) تو ہی ہمارا رب ہے اور ہم اس کی گواہی دیتے ہیں"۔

"شهدنا" کو خود باری تعالیٰ کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا "(اللہ نے فرمایا کہ) ہم (بھی) اسکی گواہی دیتے ہیں"۔ اس طرح دہری شہادت ہوگئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پابند کرتے ہوئے فرمایا:

اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ. (۷،اعراف: ۱۷۲)

"(یہ اس لئے) کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس (عقیدۂ توحید اور عہد ربوبیت) سے بے خبر تھے"۔

گویا اللہ تعالیٰ نے رحمت و شفقت فراواں سے انسان کو ابتدائے آفرینش ہی سے اس جوہر سے بہرہ ور کردیا اور عالم ناسوت میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اپنے خالق کی الوہیت و ربوبیت پر ایمان اس کی گھٹی میں رچ بس گیا۔ چنانچہ اللہ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ "ہر بچہ فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں"۔ (حدی نمبر ۱۸۸۰، صحیح بخاری، جلد ۲، ص ۲۰۷، بہ روایت ابوہریرہؓ)

"فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (۳۰۔روم) اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس (یعنی دینی فطرت) پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت غیر متبدل ہے۔"

اب بلوغت کے بعد وہ اس امر کا مکلف ہے کہ وہ اپنی فطرت کی طرف لوٹے اور اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنی عبدیت و عبودیت کا اظہار کرے اور اس کی توحید، حمد اور بڑائی بیان کرے۔

یہ الگ بات ہے کہ وہ بوجہ اپنے ضمیر کی رہنمائی کا صحیح عرفان نہ کر پائے اور خیال و واہمے سے لے کر تماثیل واصنام، سورج، چاند ستاروں بلکہ ستوں اور حشرات الارض، حیوانات اور جن وانس کے سامنے سجدہ ریز ہونے لگے۔

بایں ہمہ اس بنیادی میثاق کے باوصف اللہ اپنے لطف وکرم سے اس عالم ہستی میں بھی اپنے بندوں کو اس عہد کی یاددہانی کراتا رہتا ہے ملا: ''اور کیا سبب ہے کہ تم اللہ پر یقین کامل نہیں رکھتے درآنحالیکہ رسول (ﷺ) تمہیں دعوت دے رہے ہیں (اور تم ان سے عہد بھی کر چکے ہو جیسے ہجرت سے تقریباً چودہ ماہ قبل منیٰ کے قریب اور کچھ عرصہ بعد پھر بیعت عقبہ اور بالخصوص بیعت الرضوان ودیگر) کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان (مضبوط) رکھو اور (اللہ خود) تم سے (یوم الست کو) اقرار لے چکا ہے اگر تم مومن ہو''۔ (۵۷، حدید: ۸)

اس عہد ہدایت اور میثاق ازل کی روشنی میں اس نے اپنی حکمت عالیہ کے تحت وقتاً فوقتاً اور کبھی پے بہ پے انبیاء ومرسلین مبعوث فرمائے انکو وحی ہدایت اور صحائف وکتب سے لیس کر کے معجزات ودلائل سے مسلح کیا تا کہ لوگوں پر اتمام حجت ہوجائے اور کسی شک وشبہ یا حیلہ وعذر کی گنجائش نہ رہے مختلف صحائف وکتب اور توریت وانجیل اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔

یہ سلسلہ رشد وہدایت نوع انسانی کے معاشرتی، نیز ذہنی، علمی، روحانی اور حکمت ودانش کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ہزاروں صدیوں تک مختلف اقوام اور سرزمینوں میں انکے خصوصی حالات کے مطابق الگ الگ جاری رہا۔ قدرتی عوامل، مرورزمانہ اور فطری انسانی کمزوریوں کے باعث اس میں اتار چڑھاؤ آتے رہے لیکن باری تعالیٰ کی رحمت فراواں سے وقتاً فوقتاً اس کی تجدید ہوتی رہی حتیٰ کہ تکمیل دین کا مرحلہ آن پہنچا اور اس کی مشیت علا نے نبی آخرالزماں، ختم الرسل سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بنی نوع انسان کو ایک وحدت کی لڑی میں پروتے ہوئے اپنے ازلی وابدی پیغام ہدایت ''قرآن کریم'' کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ زمین، آسمانوں اور کل کائنات کا خالق اور مالک مطلق ہے اس کی ذات والا تبار واحد ولاشریک ہے۔ ''سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ''. (۵۹، حشر ۲۳) ''اللہ برتر و



پاک ہے اس سے کہ لوگ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں''۔ اسے اپنی شان واحدانیت پر ناز ہے جس کا اظہار اس نے اپنی آخری کتاب ''قرآن کریم'' میں جابجا فرمایا ہے۔ ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' (۴۲، شوریٰ: ۱۱) ''کوئی شے اس کے مثل نہیں'' وہ اس امر میں اتنا حساس ہے کہ اس کی ذات وصفات میں غیر اللہ کو شریک کرنا ناقابل معافی معصیت ہے ''اللہ ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے لیکن وہ اس کے علاوہ جس کو چاہئے معاف کر دے گا''۔ (۴، نساء: ۴۸)

یوں تو پورا قرآن کریم اس کی توحید وتوصیف سے معمور ہے لیکن آیۃ الکرسی میں جس کمال اعجاز سے یہ بیان ہوا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ. (۲، بقرہ: ۲۵۵)

''اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوائی کو سزاوار عبادت نہیں، وہ (ازلی وابدی) زندہ جاوید ہے (اپنی ذات سے) قائم ودائم ہے اسے نہ اونگھ آسکتی ہے نہ نیند (وہ دائم بیدار، ہمہ خبردار ہے) زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے (سب) اسی کی ملکیت ہے (کوئی اس کا شریک نہیں) کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے (مخلوقات کے آگے یا پیچھے جو کچھ (بھی) ہے وہ سب جانتا ہے وہ اس کے علم کا (قطعاً) احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین (سب) پر وسیع ہے اور اس پر ان کی نگرانی ذرا بھی گراں نہیں اور وہ عالی شان ہے عظیم الشان ہے''۔

اور سورۂ اخلاص تو وہ حرف آخر ہے کہ انسان کیلئے اس سے آگے کچھ کہنا ناممکن ہے:

"آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اللہ واحد (و یکتا) ہے اللہ (کامل و مطلق اور ازلی و ابدی) بے نیاز ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی اس کے برابر کا (یا جوڑیا شریک) نہیں"۔

وہ اپنی ہدایت موعودہ کا زل کو نور سے تعبیر کرتا ہے جس کی روشنی میں اس کے بندے اس کے بتائے ہوئے راستے پر بلا خوف و خطر اپنی منزل دنیوی اور واخروی پر گامزن ہو سکیں چنانچہ تمام صحائف اور توریت و انجیل بھی نور ہدایت ہی کہلائیں تاہم جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری و دائمی ہدایت دے کر مبعوث کیا تو ان کے مرتبے اور اہمیت کے لحاظ سے اعلان خصوصی کا اہتمام فرمایا:

"یٰاَھلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ قَدْ جَآئَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ. (۵،مائدہ:۱۵)

"اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے (جو) رسول (ﷺ) آئے ہیں یہ تمہارے سامنے (وہ مضامین بھی) کثرت سے کھول دیتے ہیں جنہیں تم (اپنی اپنی) الہامی کتاب میں (سے) اخفاء کرتے رہے ہو حالانکہ وہ (رسول ان میں سے) بہت سے (غیر ضروری) امور سے (تمہاری ندامت اور خجلت کے خیال سے) صرف نظر (بھی) کر جاتے ہیں۔ بیشک (اب) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور واضح (آسان و خود فہم) کتاب آچکی ہے" (جس کی تقلید لابدی ہے):

جیسا ظاہر ہے "نور" کی یہ اصطلاح نہ صرف کتاب مبین "قرآن کریم" کیلئے استعمال ہوئی بلکہ رسول اکرم (ﷺ) کی ذات والا صفات کیلئے بھی...... آپ (ﷺ) کی عظمت و رفعت شان کا کیا کہنا کہ اس ذات ملک القدوس نے جو تمام کائنات بہ شمول جن و انس، انبیاء و مرسلین اور آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک مطلق ہے اپنے عبد خاص کیلئے بھی "نور" کی وہی تمثیل بیان کی جو اس نے اپنی ذات کیلئے مخصوص کر رکھی ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ



نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ. (۲۴،نور:۳۵)

"اللہ (ہی) آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے چراغ قندیل میں ہے قندیل گویا ایک چمکدار ستارہ ہے چراغ روشن کیا جاتا ہے ایک نہایت مبارک درخت زیتون سے نہ اس کا (کوئی) مشرق ہے نہ (ہی) مغرب (وہ محیط کل ہے) اس کا تیل نہایت رخشندہ (و نوربار) ہے اگر چہ آگ اسے نہ بھی چھوئے۔ "نور علی نور" (نور ہی نور) ہے اللہ اپنے اس نور تک جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے (یہ) مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر شے کا خوب جاننے والا ہے"۔

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ: آسان فہمی کے لئے خاندانی بود و باش کے لطیف رموز پر مبنی نور کی یہ عظیم الشان تمثیل، اسرار روحانی کی تہہ در تہہ والہانہ سرمستی کا ایسا اشارہ ہے جس کی ترجمانی سے تمام بیان، وضاحتیں اور تفسیریں عاجز ہیں وہ نور جو ہم چشم ظاہر بیں سے دیکھتے ہیں صد ہزار پردوں سے چھن کر آتا ہوا نور حقیقی کا پرتو محض ہے گویا "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ" ایک لامتناہی سلسلہ ہے لیکن یہاں پہنچ کر تمام اہل علم و دانش بالآخر ایک یم بےخبری میں ڈھل کر معدوم ہو جاتا ہے۔

حذر الحذر! بس کہ حد ادب

کہ ہے قاب قوسین رمز عجب

ایک مقام پر رسول (ﷺ) کے استفسار کے جواب میں جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ "میرے اور اللہ کے درمیان نور کے ستر ہزار پردے حائل ہیں"۔ (حدی ۶۸۰، مشکوۃ شریف بہ روایت ابی امامہؓ)...... یاد رہے کہ شب معراج میں بھی سدرۃ المنتہٰی تک حضور (ﷺ) کے ہم رکاب رہنے کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے آگے بڑھنے میں اپنی بےبسی کا اظہار یہ کہہ کر کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) اس کے آگے میری مجال نہیں آپ تنہا تشریف لے جائیں اگر میں اس سے آگے بڑھا تو تجلی الٰہی سے میرے بال و پر جل جائیں گے۔

سدرۃ المنتہٰی کے ساتھ منتہی کی ترکیب ہی اس امر کی علامت ہے کہ یہ ملائک کی انتہائے پرواز ہے اس سے آگے ان کی رسائی ختم ہے یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے

مطالبے کے باوجود تجلی الٰہی کی تاب نہ لاسکے وہ غش کھا کر گر پڑے اور طور ذرہ ذرہ ہو گیا۔

قرآن کریم کو بھی اسے نازل کرنے والی ذات نے ہدایت، کتاب مبین اور "نور" قرار دیا اور یہ کتاب مبین اور کلام نور وہ ہے کہ "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو تو اس کو دیکھتا کہ وہ (کوہ طور کی طرح) اللہ کے خوف (وجلال) سے دب جاتا، ریزہ ریزہ ہو جاتا"۔(۵۹،حشر:۲۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب (ﷺ) کو جن وانس کی ہدایت کیلئے بھیجا تو آپ (ﷺ) کا تعارف بھی "نور" کہہ کر کرایا۔ "قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین". آپ (ﷺ) وہ نور اولین ہیں جن کی تخلیق، حق تعالیٰ نے آدمؑ سے بلکہ تمام کائنات سے پہلے کی۔

- "میں نبوت کیلئے اس وقت نامزد ہوا ہوں، جب آدم (ابھی) روح اور بدن کے درمیان تھے یعنی روح جسم آدم میں داخل نہ کی گئی تھی"۔(حدی ۵۴۸۰، مشکوۃ شریف بہ روایت ابوہریرہؓ)
- "میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب آدم ابھی اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے، میری نبوی کا پہلا اظہار حضرت ابراہیم کی دعا تھی (وابعث فیھم رسولا منھم، ۲،بقرہ:۱۲۹) اور پھر حضرت عیسیٰ کی بشارت (ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد، ۶۱،صف:۶) پھر میری ماں کا خواب جو انہوں نے مجھے جنتے وقت دیکھا اور میری ماں کے سامنے ایک "نور" ظاہر ہوا جس سے انہیں شام کے محلات نظر آئے"۔(حدی ۵۴۸۱، مشکوۃ شریف بہ روایت عرباض بن ساریہؓ)
- Whereupon Adam, turning him self round, saw written above the gate, "There is only one God, and Mohammed is messenger of God." Whereupon, weeping, he said" "May is be pleasing to God, Omy son, that thou come quickly and draw us out of misery."
(Gospel of Barnabas, Aisha Bawani Trust, pp.54)

اور آپ (ﷺ) ہی نور آخریں ہیں کہ تکمیل دین آپ پر ہوئی اور اس فاطر ارض و سماوات نے اپنی آخرت کتاب آپ پر نازل فرمائی: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (۵،مائدہ:۳)



"آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔

اس تکمیل دین کے ساتھ نبوت ورسالت آپ پر ختم کر دی گئی۔ "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ. (۳۳،احزاب:۴۰)

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں اور (سب) نبیوں کے ختم پر (مہر) ہیں"۔

یہ ایک منطقی بات تھی کہ جس ہدایت ونور کی کوئی اور مخلوق متحمل نہ ہو سکتی تھی وہ اسی کے فرستادہ، اولین وآخرین نور مبین ہی کو ودیعت کیا جاتا، جسے آپ نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے اس کے بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی بہ احسن طریق پوری کی۔

جہان نبوت کا وہ آفتاب
بڑھی جس سے سارے رسولوں کی آب
وہ پیغام حق، نور ام الکتاب
محمد (ﷺ) سے کون ومکاں فیض یاب
اسی سے ہدایت کا ہو اکتساب
نہ کوہ و جبل کو ہوئی جس کی تاب

لیا اس کو قلب محمد (ﷺ) نے تھام
محمد (ﷺ) پہ لاکھوں درود اور سلام
(زمزمۂ درود)

خالق ارض وسماوات جو نور مطلق ہے، "نور علیٰ نور" ہے جس کی تاب نہ اس کے مستقل پیام پر جبرئیل کو ہے نہ طور کو اور جس کا کلام بھی سرتا سر نور ہے جس کی ذمہ داری سے کوہ وجبل بھی عاجز ہوئے اور جس کا بار امانت بالآخر نبی، اولین وآخرین محمد (ﷺ) کے امی کاندھوں نے اٹھایا اور جو کلام اب ابدالآباد تک، تمام زمانوں کی تمام اقوام کی تمام ضرورتوں کیلئے کفیل قرار دیا گیا، اس کی عالم گیریت

وپہنائی و پنہائی کا تصور بھی محال ہے اس کا زبان حق سے اردو زبان میں ترجمہ ایسا کارِ عزیمت ہے جس کا متحمل وہی ہو سکتا ہے جس کا انتخاب، وہ صاحب کلام نزول کلام کی طرح خود کرے۔

اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت، شاعری اور شعر کی شیرینی پر وہ ناز تھا کہ وہ ہر غیر عربی کو عجمی یعنی گونگا اور بے زبان کہتے تھے خود لفظ ''عربی'' کے معنی ''لسان فصیح اور تجزیہ'' کے ہیں جو ترتیب و تجزیہ کے عمل سے گزر کر اور خالص ہو کر وجود میں آئی۔ چنانچہ قرآن کریم کو اس کی فصاحت و بلاغت کے باعث اگر شاعری کہا گیا لیکن اللہ نے قرآن کے ہدایت ہونے اور اس کی حکمت و دانش کے سبب اسکی سختی سے تردید کی ''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ، اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ''. ''ہم نے آپ (ﷺ) کو شاعری نہیں سکھلائی اور نہ ہی وہ آپ کے شایان شان ہے بلکہ یہ (مکمل) پیغام اور قرآن مبین (یعنی کھلی ہوئی الہامی کتاب) ہے''۔ (۳۶، یٰسین: ۶۹)

بایں ہمہ قرآن کی شعریت اور شیرینی میں کلام نہیں اس کا آہنگ، لحن داؤدی کی طرح قلب و روح کی فضاؤں کو سرشار اور معطر کر جاتا ہے جن ہوں یا انس سب اس سے یکساں متاثر ہوتے ہیں جناب کی ایک جماعت صرف قرآن کی سماعت سے اس کی حقانیت پر ایمان لے آئی بہت سے غیر مسلموں کے ابواب دل قرات قرآن یا سحر کی خامشی میں گونجتے ہوئے اذان کے آہنگ سے وا ہو جاتے ہیں اور وہ اس پر لبیک کہتے ہوئے ہمیشہ کیلئے قبول کر لیتے ہیں۔ مشہور خلا پیما نیل آرمسٹرانگ نے جو چاند پر اترنے والے پہلے انسان ہیں، ساؤنڈ بیریئر زون (حد رفتار آواز سے پرے) عربی زبان میں اذان سن کر اسلام قبول کیا۔

جتنا ''مُهِمٌّ بِالشَّان'' یہ پیغام ہے اتنا ہی لازم ہے کہ اسکی صحیح تفہیم ہوتا کہ ہر کہ و مہ اس سے ہدایت و نصیحت حاصل کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھال سکے۔ چنانچہ ان لوگوں کیلئے جن کی مادری زبان عربی نہیں ہے آسان اور زود فہم ترجمے کی اہمیت میں کلام نہیں یہ امر باعث اطمینان ہیکہ قرآن کریم کے دنیا کی بیشتر زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں اور یہ کام تسلسل سے جاری ہے ہر چند اس معاملے میں ملت اسلام اہل کلیسا سے پیچھے ہے۔

پروفیسر حسین سحر یقیناً اس زمرہ ابرار سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں باری تعالیٰ نے اپنے کلام کی ترجمانی بلکہ اس کی شعریت و شیرینی کے مدنظر شعر میں ترجمانی کیلئے انتخاب کیا۔ ''فرقان عظیم'' کے مکمل اور اپنے معانی سے لبریز عنوان سے انہوں نے ''قرآن کریم کے مطالب و مفاہیم کی منظوم ترجمانی'' کا حق یوں کر دیا کہ وہ اردو کی معمولی شدھ بدھ رکھنے والوں کیلئے بھی تعلم قرآن کا ذریعہ بن



گیا۔ سارا ترجمہ سورۂ فاتحہ سے والناس تک ایک ہی مسلسل بحر میں ایک طویل نظم ہے اور ہر سورہ کے ترجمے کو شروع سے آخر تک ایک ہی سانس میں یکساں تسلسل و روانی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔

ترجمے کی پہلی بنیادی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے کلام ربانی کی ترجمانی کی ہے اور کسی خاص مکتبہ فکر کی نمائندگی کا روگ نہیں پالا اس لئے ہر مسلک و خیال کے لوگ اس سے بلا تکلف استفادہ کر سکتے ہیں۔ دوسرا اہم عامل ان کی سلاست زبان ہے جس میں بھاری بھرکم الفاظ ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ زبان عام فہم اور جوئے آب کی طرح رواں دواں ہے کہیں الفاظ کی یا گنجلک معانی کی رکاوٹ پیش نہیں آتی مثال کے طور پر چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

| | |
|---|---|
| فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. | قسم ہے آپ (ﷺ) کے رب کی، یہ مومن ہو نہیں سکتے کبھی، جب تک نہ منصف آق (ﷺ) کو مانیں یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں، اور پھر آپ (ﷺ) ان میں فیصلہ جو بھی کریں اس سے نہ یہ تنگی کریں محسوس دل میں، اور اسے تسلیم کرلیں خوشدلی سے۔ (۴، نساء: ۶۵) (۱۱۳) |
| فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ. | ان کے رب نے کی دعا ان کی قبول، اور ان سے فرمایا کسی کا بھی عمل ہرگز نہیں ضائع کروں گا میں، کوئی عورت ہو یا مرد، تم آپس میں سب اک دوسرے سے ہو، سو جن لوگوں نے کی ہجرت، نکالے جو گئے اپنے گھروں سے، اور جنہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے میرے رستے میں، مری خاطر لڑے، مارے گئے جو درگزر ان کے برے اعمال سے (بیشک) کروں گا میں، انہیں لے جاؤں گا ان جنتوں میں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ کی طرف سے ہے جزا ان کی اور اللہ ہی کے پاس اچھی جزا ہے۔ (۳، آل عمران: ۱۹۵) (ص ۹۷) |
| وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا. | (اے لوگو!) مت کرو اولاد کو تم قتل یوں افلاس کے ڈر سے کہ ہم ہی رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تم کو بھی اور ان کا قتل بیشک ہے بڑی بھاری خطا۔ (۱۷، بنی اسرائیل: ۳۱) (ص ۳۷۵) |

اور سورۂ رحمان (۵۵) میں تو اس سلاست و روانی نے وہ سماں باندھا ہے کہ ایک طویل سرشاری

سمفنی کا احساس ہوتا ہے جو زم و نازک اور حساس لہروں پر نغمے بکھیرتی ملکوتی فضاؤں میں تیرتی پھرتی ہو۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

| | |
|---|---|
| اَلرَّحْمٰنُ | خدا جو بے نہایت مہرباں (۱) |
| عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ | اس نے ہی سکھلایا ہے قرآں (۲) |
| خَلَقَ الْاِنْسَانَ | اور اسی نے خلق فرمایا ہے انساں (۳) |
| عَلَّمَهُ الْبَيَانَ | اور اسے اس نے عطا کی قوت نطق بیاں (۴) |
| اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ | شمس و قمر ہیں ایک حساب وحد سے گردش میں رواں (۵) |
| وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ | ہیں روبرو اس کے درخت اور جھاڑیاں سجدہ کناں (۶) |
| وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ | اور آسمانوں کو بلند اس نے کیا اور وضع کی میزاں (۷) |
| اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ | کہ تم اس میں تجاوز کرنہ پاؤ (۸) |
| وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ | اور رکھو وزن کو انصاف سے، ہرگز نہ کم تولو (۹) |
| وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ | بنائی ہے اسی نے یہ زمین مخلوق کی خاطر (۱۰) |
| | (ص ۷۰۸، ۷۰۹) |

یوں تو اس خاص سورہ مبارکہ کا سارا ترجمہ حوالے کا متقاضی ہے لیکن عملاً یہ ممکن نہیں تاہم ایک دو اور اقتباسات کے بغیر طبیعت آگے بڑھنے پر مائل نہیں:

| | |
|---|---|
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۴۵) |
| وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ | اور ایسے شخص کی خاطر ہیں دو دو باغ، رب کی بارگاہ میں جو کھڑے ہونے سے ڈرتا تھا (۴۶) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۴۷) |
| ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ | بھرے ہیں باغ یہ دونوں نہایت سبز شاخوں سے (۴۸) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی قدرتیں کیا کیا؟ (۴۹) |
| فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ | انہی باغوں میں دو چشمے بھی ہیں جاری (۵۰) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۵۱) |
| فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ | ہیں ان باغوں میں ہر اک پھل کی دو قسمیں (۵۲) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا (۵۳) |
| مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ | وہاں تکیہ لگائے ہوں گے سارے جنتی اطلس کے فرشوں پر اور ان باغوں کے تازہ پھل قریب ان کے جھکے ہوں گے (۵۴) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۵۵) ..... (ص ۷۱۱) |



| | |
|---|---|
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۵۹) |
| هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ | بھلائی کا بھلا بدلہ بھلائی کے سوا کیا ہے؟ (۶۰) |
| | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۶۱) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | وہ دو باغ ہوں گے اور بھی ایسے (۶۲) |
| وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۶۳) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | وہ گہرے سبز اور شاداب ہیں دونوں (۶۴) |
| مُدْهَآمَّتٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۶۵) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | ہیں ان میں دو ابلنے والے چشمے بھی (۶۶) |
| فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۶۷) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | کھجوریں اور انار اور ہر طرح کے پھل بھی ہیں ان میں (۶۸) |
| فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟ (۶۹) |
| فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ | (ص ۷۱۲) |

اور آخر میں سورۂ نور (۲۴) سے نور الٰہی کا ذکر:

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ | آسمان اور زمین کا نور ہے اللہ، مثال اس نور کی ایسی ہے گویا طاق میں روشن چراغ، اور یہ چراغ ایسا ہے جو شیشے کی ہے قندیل میں، قندیل ایسی ہے کہ موتی کی طرح روشن ستارہ ہے (چراغ پاک) یہ ہے روغن زیتون سے جلتا، جو بابرکت شجر ہے اور جو شرقی ہے نہ غربی ہے بھڑک اٹھتا ہے خود ہی روغن اس کا، نور ہے بالائے نور، اللہ جسے چاہے ہدایت اس کو دیتا ہے وہ اپنے نور سے، یہ سب مثالیں وہ بیاں کرتا ہے لوگوں کیلئے، ہر شے سے وہ واقف ہے۔ (۲۴، نور ۳۵) |
| | (ص ۴۶۹) |

تکمیل دین کے علاوہ نزول قرآن کا ایک محل یہ تھا کہ قدیم الہامی کتب میں اتنی تحریف ہو چکی تھی کہ ان کی روح قریب قریب مسخ ہو گئی تھی اور بعض صحائف تو صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکے ہیں اس تحریف کی نمایاں مثال "سب سے زیادہ" چھپنے والی کتاب انجیل ہے۔ اول تو بانی دین مسیحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے نام سے کوئی صحیفہ یا انجیل سرے سے موجود ہی نہیں، سب بعد کے دوسرے لوگوں کی مرتب کی ہوئی ہیں ان کی تعداد کے لحاظ ہی سے ان کی ''صداقت'' کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ طرفہ المیہ یہ ہے کہ ان میں سے بھی کوئی انجیل خود حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی اپنی یا ان کی قوم کی زبان میں دستیاب نہیں۔ صرف تراجم مل سکتے ہیں وہ بھی ہر مکتبہ خیال کے مطابق لوع بہ لوع اور تمام کے تمام عبرانی سے نہیں بلکہ یونانی زبان سے گئے ہیں جو ہرگز اصل زبان نہ تھی پھر ان کے زبان در زبان ترجمے سے جبکہ اصل متن الٰہی بھی کہیں موجود نہیں بات کہیں سے کہیں جا پہنچی ہے اور دین کا چہرہ جس طرح مسخ ہو سکتا ہے اور فی الواقع ہوا ہے اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں مختلف ادیان کی ''تعلیمات'' اور ''صحائف'' پر ایک نظر کافی ہے۔

دیگر وجوہات سے قطع نظر اس صورتحال کی ایک وجہ یہ تراجم بھی ہیں چنانچہ از بس لازم ہے کہ وحی الٰہی (یعنی کتاب) کا اصل متن ہمیشہ سامنے رہے بکھا منہاد ''روشن خیال مسلمان'' بھی وقتاً فوقتاً ایسی کوششوں میں ملوث رہے ہیں کہ ہدایت ولور کی اصل زبان، عربی کے بجائے صرف اردو ترجمے سے کام لیا جائے۔ یہ جسارت متواتر کی جاتی ہے کہ نماز پنجگانہ جس کے ہر لفظ کا سرچشمہ قرآن کریم ہے بغیر عربی متن کے اردو میں پڑھی یا پڑھائی جائے تاکہ ''عوام'' سمجھ سکیں گویا ان پر انگریزی تو مسلط کی جا سکتی ہے لیکن عربی ان کے لئے ناقابل فہم ہوگی اس لئے اسے ترک کر کے اردو کو اوڑھ لیا جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ملت نے ایسی بدعتوں کو ہمیشہ دھتکار دیا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ امر ہے کہ اس صورتحال کے برعکس خود اس کتاب، قرآن کریم کے نازل فرمانے والے نے اس کا تحفظ، اپنے فانی اور کمزور بندوں پر نہیں چھوڑا بلکہ بذات خود اس کا ذمہ لیا: ''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ. (۱۵، حجر: ۹) ''ہم ہی نے (قرآن کریم) اس پیغام (عظیم) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی (ہر تحریف یا زیاں سے) حفاظت کرنے والے ہیں''۔ چنانچہ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال گزر چکے ہیں تمام ادیان کی کتب، محرف، زوال پذیر یا صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہیں لیکن یہ دین حق اور کتاب حق ہر گزند سے پاک روز اول کی طرح تازہ، تابندہ، درخشندہ اور ضیابار ہے۔

حسین سحر تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اتنے طویل ترجمے میں الوہی متن کا دامن نہیں چھوڑا اور ہر آیت کا شمار کے لحاظ سے الگ ترجمہ دیا ہے سلاست، آسان فہمی اور روانی کے علاوہ انہوں نے الفاظ کی معنوی صداقت کو بالخصوص ملحوظ خاطر رکھا ہے اس کا اندازہ کتابیات کی اس ۶۷ عنوانی اردو اور انگریزی فہرست سے ہو سکتا ہے جن سے تقابل کے ساتھ انہوں نے اپنے ذہن اور رخش خیال کو ادھر ادھر نہیں بھٹکنے دیا۔

یہ ایک عظیم کارنامہ ہے جو نہایت استقلال و عزیمت کا متقاضی تھا اور الحمدللہ حسین سحر اس میزان پر پورے اترے۔ ہر مبارک اور تحسین کے بعد اس فقیر کی یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعی حسنہ کو قبول فرمائے اور انہیں اور ان کے اہل کو جنہوں نے اس میں صبر و استقامت کے ساتھ ان کی اعانت کی، اجر عظیم سے نوازے اور اس رحمت کے چند چھینٹے اس خاک نشین کی بخشش کا باعث بھی ہوں۔



# پروفیسر حسین سحر کا عظیم کارنامہ

پروفیسر حسین عسکری کاظمی

فرقان عظیم قرآن کریم کے مطالب و مفاہیم کی اردو میں منظوم ترجمانی کی زیارت کرتے ہوئے نگاہوں نے حرف حرف کے بوسے لیے۔ اس زاویۂ نظر سے کہ اردو شاعری میں نظم معریٰ کے پہلو بہ پہلو آزاد نظم بھی صنف شاعری کہلائی اور اس میں کامیاب تجربہ کرنے والوں کی فہرست میں معتبر اسمائے گرامی کی ایک کہکشاں جگمگا رہی ہے لیکن کسی شاعر نے آزاد نظم جیسی صنف سخن کو قرآن پاک کا منظوم ترجمہ کرنے کی خاطر منتخب نہیں کیا تھا۔ یہ کار خیر پاکستان کے معروف دانشور اور قادر الکلام شاعر جناب حسین سحر نے انجام دیا جو دینی شغف رکھنے والوں کے علاوہ عام قاری اور شعر و ادب کا ذوق رکھنے والوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ قرآن پاک کے اردو تراجم و تفاسیر سے متعلق کتابیات پر نظر ڈالیں تو ستر بہتر سے زائد کتابیں پاکستان کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ان میں منظوم ترجمے بھی آپ کی نظر سے گزریں گے جن میں آغا شاعر قزلباش دہلوی کا منظوم اردو ترجمہ افصح الکلام خاص شہرت رکھتا ہے۔ اسی طرح جناب عبدالعزیز خالد کا منظوم ترجمہ فرقان جاوید اور عہد موجود میں آب رواں کے نام سے منظور اردو ترجمہ سید شمیم رجز شائع ہوا۔ ان سب منظوم ترجموں میں قوافی اور ردیف کا التزام رکھتے ہوئے شعراء کو سخت مشکلات پیش آئیں۔ بیشتر ترجموں کی زبان روزمرہ اور محاورہ کے معیار سے مبرا ہے۔ پڑھتے ہوئے الفاظ و معانی میں ربط پیدا کرنا قاری کے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔ پروفیسر حسین سحر نے اس کے برعکس نظم آزاد کی ہیئت میں اور ایک ہی بار میں پورے قرآن کا ترجمہ کیا۔ ان کے بقول پابند سورہ میں شعری حدود و قیود کے باعث مفہوم کو آزادی کے ساتھ ادا نہیں کیا جا سکتا جبکہ آزاد نظم میں یہ پابندی نہیں اور پھر قرآن کا عام اسلوب بھی چونکہ نظم آزاد سے زیادہ قریب ہے اس لیے اسی کو اپنایا گیا ہے۔

قرآن پاک 114 سورتوں پر مشتمل ہے ہر سورت کے لیے دائیں طرف آیات مرتب کی گئیں اور بائیں طرف منظوم ترجمہ ترتیب دیا گیا۔ یہ التزام شروع سے آخر تک فرقان عظیم کے

حسن و جمال کو معراج کمال پر رکھے ہوئے۔ ترجمہ معانی و مفہوم کا آئینہ بن کر پڑھنے والے کے تجسس میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ پوری سورت کی تفہیم اتنی آسان ہو جاتی ہے کہ ہر لفظ کا مطلب کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ حسین سحر نے آیات کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی خاطر قوسین کا استعمال کیا اس سے بہتر اسلوب اظہار ممکن نہیں کہ نظم آزاد میں ردھم برقرار رکھنے کی ضرورت رہتی ہے، نیز ترسیل فکر کا مقصود اسی صورت میں پورا ہوتا ہے کہ آیات میں ربط و ضبط کی موجودگی کا لحاظ رکھتے ہوئے روح معانی کو ٹھیس نہ پہنچے۔ ان کا یہ کہنا بجا ہے کہ ان تمام مساعی کا محرک اس عظیم آسمانی کتاب کے آفاقی پیغام کو زیادہ سے زیادہ سمجھنا اور سمجھانا ہے۔ چونکہ قرآن بالعموم تمام عالم انسانیت اور بالخصوص مسلمانوں کے لیے رہنمائے حیات کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے ہر دور میں قرآن فہمی کی ضرورت بھی محسوس کی گئی یہ کاوش بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

پورے قرآن پاک کا منظوم ترجمہ کرنا ہمت و حوصلے اور تائید ایزدی کے بغیر ممکن نہیں۔ حسین سحر کا تدریسی تجربہ تیس سال سے زائد عرصے پر محیط ہے۔ اس عرصہ حیات میں ان کا تجربہ اور ریاضت ان کے کام آگئے لیکن یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ ملازمت سے فارغ ہو کر وہ ریاض (سعودی عرب) میں اپنے بیٹوں کے پاس رہے جہاں انہیں دینی کتب کھنگالنے کے مواقع میسر آئے، ارض حرمین شریفین میں قیام رحمتوں اور برکتوں کے حصول کا وسیلہ قرار پایا، انہوں نے مولانا شبلی کی طرح اپنا بیشتر وقت کتب خانوں میں بسر کیا۔ مطالعہ و مشاہدہ اور تصنیف کے لیے ایسے مواقع کسی کو کم میسر آتے ہیں۔ ریاض میں جہاں علمی و ادبی سرگرمیاں عروج پر رہتی ہیں وہاں بیش بہا کتابوں کا ذخیرہ بھی ادب سے شغف رکھنے والے کے لیے مصروفیت کا بہانہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر حسین سحر کو اپنے زمانہ قیام میں یک سوئی کے ساتھ پڑھنے اور کتابوں کی ورق گردانی کے علاوہ غور و فکر کرنے کی مہلت نصیب ہوئی۔

پروفیسر حسین سحر کی شخصیت میں کمال جاذبیت اور ان کی ہنر مندی میں ایسی کشش ہے کہ باید و شاید یہ دو صفات کسی ہم عصر میں یکجا نظر آئیں۔ ان کی طبیعت میں سوز و ساز، رکھ رکھاؤ اور گفتگو میں علمیت کا اعتراف نہ کرنا بخیلی کہلائے گی، ملتان میں اور بھی بہت سے باکمال لوگ موجود



ہیں، ان میں ڈاکٹر عاصی کرنالی اسی سلسلہ صدق و صفا کی روشن مثال ہیں شاعری تنقید اور تحقیق میں ان دونوں صاحبان علم کا نام لینے سے پہلے چشم تصور کا باوضو ہونا ضروری ہے اور اب کہ جناب حسین سحر نے وہ کارنامہ سرانجام دیا کہ ان کے تحفہ عظیم فرقان عظیم کا مطالعہ کرنا تلاوت کرنے کے مترادف ہے۔ انہوں نے اس آزاد نظم کی صورت میں ہر سورت کا ترجمہ کرنے سے پہلے توفیق خداوندی کی دعا مانگی ہوگی اس ترجمے کا معیار اتنا محکم اور سہل ممتنع کے مصداق ہے کہ اس سے بہتر کا تصور ممکن نہیں زبان سلیس با محاورہ عام فہم اور رواں ہے دوسرے یہ کہ منفرد انداز اظہار اور ترجمے کیلئے مخصوص ہیئت اور بحر کو ملحوظ رکھنا اور تمام سورتوں میں ایسی مترنم بحر کا التزام پیش نظر رکھنا ان کے ذوق سلیم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے تمام مروجہ اور مقبول ترجموں کے علاوہ ہر مکتب فکر کے شعری تراجم سے استفادہ کیا ہے اتحاد بین المسلمین کے عظیم تر مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سعی، مشکور بھی کی کہ فقہی اور مسلکی اختلافات کو کم کرنے پر توجہ کی جائے اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

نظم آزاد کی تعریف یہ ہے کہ آغاز سے انجام تک کسی ایک بحر میں مطالب بیان کرتے ہوئے مخصوص آہنگ اور زیر و بم کا تسلسل فہم و ادراک کے دریچے وا کرتا قاری کے ذہن کو تازگی بخشنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ نظم آزاد میں آورد کی بجائے فطری بہاؤ اور صوری حسن و جمال ابھرتا دکھائی دیتا ہے۔ بظاہر یہ تخلیقی عمل آسان لگتا ہے لیکن الفاظ کے انتخاب میں احتیاط ضروری ہوتی ہے۔ مترادف الفاظ میں لفظ کا چناؤ شاعر کے ذوق نظر کی آزمائش اور فکری بصیرت کا مرحلہ جاں گداز ہوتا ہے۔ حسین سحر نے قرآن پاک کی آیات بینات کے ترجمے میں منظوم ترجمانی کے پیش نظر وسعت مطالعہ اور تقابلی مشاہدہ سے کام لیا، ہو سکتا ہے کہ بعض جگہ ترجمہ کرتے ہوئے وہ خود تذبذب میں مبتلا ہوئے ہوں اور بقول حالی:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں

اس صورتحال میں انہیں بہتر سے بہتر کی تلاش میں نئی لائنیں ترتیب دینے کی ضرورت پڑی

ہوگی اور فرقان عظیم کی عظمت کا خیال انہیں معانی ومفہوم کی وضاحت میں ترمیم کی طرف مبذول کرنا پڑا ہوگا اور یوں آغاز سے انجام تک دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہرا ہونے تک کے مصداق کتنے مراحل طے کرنا پڑے ہوں گے۔

آخر میں حسین سحر کے نظم آزادی کی ہیئت میں ایک مختصر سورۃ کا ترجمہ پیش کرنا اور اس مختصر تبصرے میں شامل کرنے کا خیال آنا لازمی سی بات ہے چنانچہ سورۃ تین 95 کا منظوم ترجمہ ہدیہ قائین ہے۔

خدا کے نام سے جو مہرباں بے حد نہایت رحم والا ہے۔
قسم انجیر کی زیتون کی
اور طور سینا کی
قسم اس امن والے شہر (مکہ) کی
کہ ہم نے بہترین صورت میں انسان کو کیا پیدا
پھر اس کو (کر کے بوڑھا) پست سے بھی پست حالت کی طرف لوٹا دیا ہم نے
مگر جو لائے ایماں اور جنہوں نے نیکیاں کیں
اجر ہے بے انتہا ان کا
پھر اس کے بعد (اے مرسلؐ) بھلا کون آپ کو جھٹلائے گا۔
روز جزا کے سلسلے میں؟
کیا نہیں اللہ سارے حاکموں کا حاکم اعلیٰ؟

پروفیسر حسین سحر نے یہ آزاد نظم کی دل آویز ہیئت اختیار کر کے منظوم ترجمہ کیا۔یقیناً بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت حاصل کر چکا ہے ہم اس خیر عمل کے بجا لانے پر دل کی گہرائی سے ان کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ان کو اجر عظیم اور ان کے نیک فرزندوں کو رزق بے بہا مرحمت فرمائے کہ اس کار خیر کے جملہ مصارف انہوں نے بخوشی برداشت کیے ہیں۔



# فرقان عظیم...... حسین سحر کا قابل قدر کارنامہ

از سید عارف معین بلے (لاہور)

قرآن حکیم رُشد و ہدایت کا ابدی سرچشمہ، جملہ علوم کا مخزن، عرفان و حکمت کا منبع اور معرفت کا بحر ذخار ہے، یہ انعام بھی ہے اور عطا بھی، شفا بھی ہے اور غذا بھی، لطف بھی ہے اور مزا بھی، ہمسفر بھی ہے اور رہنما بھی۔اس کی آیات بینات ہی میں نہیں اس کے حرف حرف میں بلکہ حرف حرف کے ہر زیر، زبر، پیش، جزم، شوشے اور نقطے میں مطالب اور معانی کے جہان آباد ہیں۔

سن دو ہزار ایک میں 9\11 کا جو سانحہ ہوا۔اس سے کون واقف نہیں۔قرآن حکیم کی ایک آیت میں بلند و بالا عمارات کی تباہی و بربادی کا ذکر ہے،اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ وہ آیت قرآن پاک کے گیارہویں پارے اور سورۃ نمبر 9 یعنی سورہ توبہ میں ہے اور اس سورۃ میں کل الفاظ 2001 ہیں۔اس سے بھی حیران کن بات یہ ہے کہ اس آیت کا نمبر 110 ہے اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارت بھی 110 منزلہ تھی۔

بلاشبہ قرآن حکیم میں صدیوں بعد پیش آنے والے واقعات اور سانحات کے واضح اشارے موجود ہیں لیکن قرآنی آیات پر تفکر اور تدبر کے نتیجے ہی میں یہ اسرار کھلے۔

قرآن حکیم محض الہامی کتاب، مستطاب نہیں، ام الکتاب ہے۔جو ہر دور کی ضروریات اور تقاضوں میں رہنما ثابت ہوئی ہے اور آنے والے ہر دور میں رہنما رہے گی۔یہ محض مقدس کتاب سمجھ کر حلف اٹھانے کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی اس لئے ہے کہ اس پر خوبصورت جزدان چڑھا کر اسے کسی شوکیس کی زینت بنا دیا جائے۔یہ قدم قدم پر رہنمائی کے لئے ہے، مشکل کشائی کیلئے ہے کمزور لمحوں میں توانائی کیلئے ہے برائی سے بچنے کے ساتھ ساتھ نیکی، خیر اور اچھائی کیلئے ہے۔

قرآن حکیم کی 6236، آیات، 558 رکوعات اور 114 سورتیں نزول کے بعد سے تبدیل نہیں ہوئیں اور نہ ہی قیامت تک ان میں کسی ترمیم، تبدیلی یا تحریف کا کوئی امکان ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔سوال یہ ہے کہ جب قرآن وہی ہے جو چودہ سو برس

پہلے بتدریج مدینۃ العلم والحکمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو پھر اس کے ایک زبان میں ایک سے زیادہ تراجم کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ کیا ایک ترجمہ کافی نہیں؟ کیا ہر ترجمہ کسی الگ مسلک یا فرقے کا ترجمان ہے؟ اگر اسے بھی درست مان لیا جائے تو پھر ایک ہی مسلک کے پیروکاروں نے ایک سے زیادہ تراجم کیوں کئے؟ اور یہ سلسلہ ہنوز کیوں جاری ہے؟ اس کیوں کا جواب عقل کے بجائے قرآن حکیم سے معلوم کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے تسلسل اور تواتر کے ساتھ قرآنی مضامین اور اس کی آیات پر غور وفکر کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ انسان کا شعور جتنا بڑھتا جاتا ہے، سوچ کے نئے در وا ہوتے جاتے ہیں اور سوچ کے نئے در کھلنے سے قرآن حکیم کے نئے اسرار، نئے مطالب، نئے رموز اور نئے معانی کھلتے جاتے ہیں، یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے ہمیں ایک جامع دستور، انسانیت کی اصلاح وفلاح کا منشور بتوسل حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحمت فرما دیا ہے اور ہر مترجم اپنے شعور کی آنکھ سے جب اسے دیکھتا، پڑھتا، سمجھتا اور اس پر غور کرتا ہے تو اس پر بہت سے مخفی مفاہیم روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ عہد رسالتؐ سے شروع ہوا اور قیامت تک جاری رہے گا کیونکہ یہ منشائے مشیت بھی ہے اور منشائے رسالتؐ بھی، اسی میں نجات بھی ہے اور ہماری عافیت بھی، دین اور دنیا میں کامرانی بھی ہے اور ہر شعبہ زندگی میں آسانی بھی، اسی بات میں اللہ تعالیٰ کی ان گنت حکمتیں بھی مضمر ہیں اور ہمارے لئے بصیرت کا سامان بھی۔

پروفیسر حسین سحر نے قرآن حکیم کا منظوم اردو ترجمہ فرقان عظیم کے عنوان کے تحت کیا ہے، یہ عنوان ہی ایسا ہے جسے پڑھ کر قرآن حکیم کا نسخہ کیمیا نظروں کے سامنے آجاتا ہے، اس عظیم الشان ادب پارے میں قرآن حکیم کے معانی کی تجلیات، اللہ رب العزت کے ارشادات اور ابدی احکامات کا حسن بڑے دلکش پیرائے میں موجود ہے۔ بلاشبہ قرآن حکیم کے جو منظوم تراجم اس سے پہلے کئے گئے۔ ان کی اپنی جگہ اہمیت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس باب میں یہ ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ جس سے اردو ادب کا دامن وسیع بھی ہوا ہے اور وقیع بھی۔ جو اہل شوق اور صاحبان ذوق قرآنی تعلیمات سے مستفید اور اس کی آیات بینات کے مفاہیم ومعانی



سے مستفیض ہونا چاہتے ہیں، انہیں عربی متن کے ساتھ تمام آیات قرآنی کے مطالب منظوم پیرائے میں دستیاب ہو گئے ہیں اور جو دلدادگان ادب قرآنی تعلیمات سے دور ہیں۔ انہیں اس فن پارے کی صورت میں قرآنی مفاہیم ومطالب سے آگاہی ہو سکے گی، اللہ تعالیٰ کے آخری کلام کا ادراک ہو سکے گا اور اس طرح ان کا دل اور دماغ بھی وسوسوں اور اندیشوں سے پاک ہو سکے گا، ادبی ذوق کی تسکین کے سامان کے ساتھ ساتھ قرآن وفرقان کا عرفان اور حق وباطل کے امتیاز کی شکل میں خیر وشر کا گیان حاصل ہو سکے گا۔ حسین سحر نے اسے محض ترجمہ نہیں 'قرآنی معانی کی ترجمانی کا نام دیا ہے۔ ہر زبان کا اپنا حسن، اپنا رنگ، اپنا آہنگ اور اپنا انداز ہوتا ہے، کسی دوسری زبان میں ترجمہ کر بھی دیا جائے تو بعض اوقات مفاہیم ومعانی کا ابلاغ نہیں ہو پاتا۔ اسی لئے حسین سحر نے ترجمے کے ساتھ ساتھ مطالب اور معانی کی ترجمانی بھی کی ہے۔ اس فن پارے کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ حسین سحر نے آزاد نظم کو وسیلہ اظہار بنایا ہے۔ اس سے پہلے اردو میں قرآن پاک کے جو منظوم تراجم ہوئے۔ وہ پابند شاعری کے تحت کئے گئے اور جب بھی ردیف وقوافی کو لے کر کوئی فنکار آگے بڑھتا ہے تو وہ ردیف وقوافی کا پابند ہو جاتا ہے۔ جبکہ ضروری نہیں کہ دستیاب ردیف و قوافی قرآنی مفاہیم اور معانی کی ترجمانی کر سکیں۔ اس طرح ادبی سطح پر کوئی ترجمہ جاندار بلکہ شاندار بھی رہا تو دوسری طرف ترجمانی کے تقاضے کہاں تک پورے ہو سکے ہوں گے؟ اس حوالے سے ان تراجم پر غور کر کے ہی آپ کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ آزاد نظم لکھ کر حسین سحر ترجمے اور ترجمانی میں بڑی حد تک آزاد رہے۔ وہاں انہیں اپنے مقصد کی تکمیل میں بھی آسانی کے ساتھ خاطر خواہ کامرانی نصیب ہوئی۔ قرآن حکیم کے مطالب ومعانی کی ترجمانی بھی درحقیقت قرآن مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

شرح آیات حدیث نبویؐ ہوتی ہے
آپؐ کہتے ہیں وہی کچھ جو وحی ہوتی ہے

سید فخر الدین بلے مرحوم نے اس شعر میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ بلاشبہ امی لقب مدینۃ العلم والحکمت اور صاحبؐ ام الکتاب نے کھول کھول کر قرآنی مطالب ومفاہیم کو بیان فرمایا،

یا یوں کہیے کہ قرآن حکیم جس زبان میں نازل ہوا۔ اسی میں اس کی ایک ایک آیت کی ترجمانی کو ضروری سمجھا گیا، احادیث مبارکہ کی صورت میں ہمارے پاس جو علمی خزائن موجود ہیں۔ ان کے بغیر قرآن تعلیمات کو سمجھا ہی نہیں جاسکتا اور انہیں احادیث مقدسہ کی بناء پر قرآن کی تعلیم اور اس کی آیات کی تفہیم آسان ہوئی۔ عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی اسی سنت کی پیروی میں ''ترجمان القرآن'' کی حیثیت سے قابل قدر خدمات انجام دیکر نام مقام اور احترام کمایا۔ اسلام کی کرنیں سرزمین عرب کی حدوں اور سرحدوں سے باہر نکلیں تو دوسری زبانوں میں اس کی ترجمانی اور ان کے معانی کی تفہیم کی ضرورت محسوس ہوئی، باب العلم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ حضرت سلمان فارسیؓ نے فارسی زبان میں قرآنی آیات کا ترجمہ اور ترجمانی کر کے اہل فارس کو اس کتاب عظیم قرآن حکیم کے معانی سے روشناس کرانے کا اعزاز حاصل کیا، پھر جس جس دیس میں اسلام پھیلتا گیا۔ وہاں کی زبانوں میں قرآن حکیم کے تراجم کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا، جو نیوز جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ حسین سحر کی یہ قابل قدر کاوش بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

فرقان عظیم ........ دراصل ایک مکمل اور طویل نظم ہے۔ ہر آیت کے سامنے اردو میں منظوم ترجمہ ہے۔ اس سے کسی بھی آیت کے مفہوم کو سمجھنا یقیناً آسان ہوگیا ہے۔ اس لئے کہ قرآنی عبارت سامنے نہ ہوتی اور ہر آیت کے سامنے اس کا منظوم ترجمہ درج نہ کیا جاتا تو قرآن کے مطالب اور معانی کو پڑھنا۔ پرکھنا اور سمجھنا آسان نہ ہوتا۔ بلاشبہ یہ منظوم ترجمہ اتنا سادہ، اتنا رواں، اتنا بھرپور۔ اتنا دلکش اور اتنا رسیلا ہے کہ قاری اس کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے کب کوئی سورۃ ختم ہوئی اور کہاں سے نئی سورۃ شروع ہوئی۔ اس کا احساس تک نہیں رہتا۔ ایسا لگتا ہے کہ حسین سحر نے قاری کی انگلی کو تھام رکھا ہے اور وہ اسے اپنے ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔ اس ادبی کارنامے کی ایک اور انفرادیت یہ ہے کہ حسین سحر نے مدینۃ الاولیاء سے مدینۃ النبیؐ میں منتقل ہونے کے بعد دیار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مطالب قرآنی کو اردو کی زبان اور اردو ادب کو نئی جان بخشی۔ جس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب نازل ہوئی۔ وہیں قیام کیا ........... اللہ کے کلام سے کلام کیا۔ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو احسن الخالقین کے نام کیا اور قرآنی معانی کو منظوم



کرنے کا اہتمام کیا۔ جو سعادت حسین سحر کو حجاز مقدس میں حاصل ہوئی۔ وہ بلاشبہ ایک بڑی عبادت ہے۔ شاید انہیں اذن سفر ہی اس لئے ملا تا کہ وہ دنیا کے سب سے متبرک مقام پر یہ کار خیر انجام دے سکیں۔ آقائے نامدار سے غیر معمولی عقیدت اہل بیت اطہار سے والہانہ محبت اور ام الکتاب سے دلی مودت ہی فرقان عظیم کی تشکیل و تدوین کا موجب بنی اور بلاشبہ ان رنگوں نے اسے مزید رعنائی اور حسین سحر کے قوت اظہار کو دلکشا توانائی عطا کی ہے۔ اسی لئے اسے جتنی توجہ اور محبت سے پڑھا جائے یہ دل پر اثر کرتا بلکہ دل و جاں میں گھر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

اردو ادب کا بلاشبہ یہ قابل قدر کارنامہ ہے، حسین سحر کو چاہے ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا نہ ہو لیکن انہوں نے برسوں کی ریاضت سے اپنی خداداد تخلیقی صلاحیتوں اور توانائیوں کو جو جلد بخشی تھی۔ اس کی ''تنویر'' اور ''تجلی'' اس کے آئینے میں دیکھی اور محسوس کی جا سکتی ہے۔ یہ اداروں کا کام ہے جو انہوں نے تن تنہا کیا ہے اور اس لئے کرلیا ہے کہ انہیں غیبی مدد حاصل رہی ہے اور بلاشبہ غیبی مدد کے بغیر قرآن حکیم کے حوالے سے اتنا بڑا کام انجام نہیں دیا جا سکتا۔ حسین سحر نے اس سے پہلے بھی زمین شعر میں تقدیس' تطہیر' توصیف' تجلی' مودت' سعادت اور تنویر کی صورت میں جو تخم ریزی کی تھی۔ یہ تناور پیڑ انہی سے پھوٹا ہے، یہ ایک شجر نہیں بلکہ سرسبز و شاداب باغ ہے۔ جس کی رنگا رنگی وقت گذرنے کے ساتھ کم نہیں ہوگی بلکہ مزید نکھر کر سامنے آئے گی اور اس کی خوشبو مشام جان کو مہکاتی رہے گی۔ قرآن حکیم کے معانی کی منظوم ترجمانی کے حوالے سے اردو ادب کی تاریخ حسین سحر کے ذکر کے بغیر ادھوری رہے گی اور یہ ایک اتنا بڑا اعزاز اور امتیاز ہے جو ہمیشہ ان کا مقدر رہے گا۔

# فرقان عظیم

ابن کلیم

حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم فرقان حمید کی آیات کا نثر میں ترجمہ کرنا بھی مشکل امر ہے چہ جائے کہ قرآنی مفاہیم و مطالب کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نظم میں بیان کیا جائے۔ نثر کے مقابلے میں عام طور پر نظم کا پیرایہ بیان کے لئے زیادہ دلکش اور موثر ہوتا ہے، چنانچہ جب منظوم ترجموں کا ذوق قبل ازیں بیدار ہوا تو کئی قادر الکلام شعراء کرام نے اس سعادت میں حصہ لیا لیکن سوائے چند ایک کے اکثر مترجمین نے یہ کام جزوی طور پر کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ان میں سے بیشتر ترجموں کی زبان زیادہ سہل، رواں اور بامحاورہ نہیں۔ تیسری بات یہ کہ اکثر مترجمین کے یہاں فطری طور پر اپنے اپنے مکتب فکر کی چھاپ دکھائی دیتی ہے اور یوں شاید ہی کوئی ایسا ترجمہ ہوگا جو مسلکی اختلافات سے بالاتر ہو اور ہر مکتب فکر کے لئے قابل قبول ہو۔

حسین سحر صاحب کی قلبی، فکری اور روحانی کاوش مربار ہوئی تو یہ ترجمہ قرآن ''فرقان عظیم'' کے نام سے موسوم معرض وجود میں آیا جو آپ حضرات کے سامنے جلوہ گر ہے۔ جو اردو میں قرآن پاک کا مکمل منظوم ترجمہ ہے بلکہ اسے ترجمے کی بجائے قرآنی مطالب مفاہیم کی ترجمانی کہا جائے تو زیادہ موزوں اور مناسب ہوگا۔ کلام اللہ تو معانی و مطالب کا وسیع سمندر ہے اور پھر عربی زبان جو کہ فصاحت و بلاغت کا منبع ہے، اس مقدس کتاب اللہ کا کسی زبان میں بھی ترجمہ کرنے والا ہر چند کوشش کے باوجود ترجمہ کا حق ادا نہیں کر پاتا۔ سیماب اکبر آبادی اور عبدالعزیز خالد نے بھی منظوم تراجم قرآن کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔

جناب حسین سحر نے ''فرقان عظیم'' کی ترتیب و تشکیل سے قبل خود کو بڑی تحقیق و جستجو سے گزارا۔ کم و بیش 67 تراجم و تشریح والے قرآن پاک جو مختلف ادوار میں صاحبان علم و فہم نے ترتیب دیئے تھے ان سب کا حتی الامکان بنظر عمیق مطالعہ مشاہدہ اور موازنہ کیا۔ تب کہیں جا کر انہوں نے حجاز مقدس میں رہ کر اس ترجمہ کا بیڑا اٹھایا اور اس میں یقیناً صاحب قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی رہنمائی بھی انہیں میسر آئی ہوگی، کیونکہ اس نوعیت کے بڑے کام بتوفیق ایزدی اور بنظر نبویؐ ہی ہوتے ہیں، اس ترجمے کی جو خوبیاں میں نے پائی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں زبان سلیس ہے، عام فہم اور رواں ہے، کسی خاص مسلک کا ترجمان نہیں ہے یعنی



کوئی مخصوص مسلکی چھاپ نہیں لگی اس لئے یہ ترجمہ ہمارے معروف مکاتب فکر شیعہ، سنی (دیوبندی، بریلوی) اور اہلحدیث ان سب کے لئے زیادہ سے زیادہ قابل قبول ہوگا۔

یہاں یہ امر بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ فقہی اور مسلکی اختلافات کو اگرچہ پورے طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا مگر اتحاد بین المسلمین کے عظیم تر مقصد کے پیش نظر اگر کوشش کی جائے تو ان اختلافات کو کم تو کیا جا سکتا ہے۔ اسی مخلصانہ نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب حسین سحر نے اس ترجمے میں یہی کوشش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت حد تک کامیاب اور حسین کوشش ہے، جہاں تک اسلوب کا تعلق ہے پابند یا مقفٰی کی بجائے آزاد نظم کی ہیئت میں ایک ہی بحر میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا ترجمہ دیکھئے:۔ ''خدا کے نام سے جو مہربان بے حد نہایت رحم والا ہے۔'' سورۃ الرحمٰن کی معروف آیت جو بار بار دہرائی گئی ہے ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن'' کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے ''بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی نعمتیں کیا کیا؟''

اسی طرح یہ آیت دیکھئے:۔

''یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرِ'' ترجمہ ہے:۔

''وہ تو آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں چھپی باتوں کو بھی ہے جانتا۔'' ایک اور آیت اس طرح سے ہے۔ ''خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ'' O مفہوم یوں ہے:۔ ''اسی نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا ہے برحق''

وَ صَوَّرَ کُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَ کُمْ O

ترجمہ حسین سحر صاحب نے یوں کیا ہے:۔

''اور تمہاری صورتیں اس نے بنائی ہیں بہت اچھی''

قرآن کریم کے بارے میں ایک یہ آیت مبارکہ:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا O

ترجمہ کا مفہوم یوں ہے:۔ ''اتارا آپ پر آہستہ آہستہ یہ قرآن ہم نے اے مرسل''

اور آخر میں اس آیۂ مبارکہ کا حوالہ:۔

''فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ''

ترجمہ ''تو نیکی جس نے ذرہ بھر بھی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا''

# حسین سحر کا منفرد منظوم ترجمہ قرآن

شاکر حسین شاکر

آٹھ سال پہلے پروفیسر حسین سحر نے محکمہ تعلیم سے ریٹائرمنٹ حاصل کرنے کے بعد پاکستان سے سعودی عرب ہجرت کی تو احباب کا خیال تھا کہ پروفیسر حسین سحر اپنے نامکمل تخلیقی کاموں کو فرصت میں مکمل کریں گے۔ سعودی عرب جانے کے ایک سال بعد وہ واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے اپنی فراغت کو مصروفیت میں یوں تبدیل کیا کہ وہ آج کل قرآن پاک کا منظوم ترجمہ کر رہے ہیں۔ ان کے اس کارنامے کی خبر جب دوستوں کو ہوئی تو انہوں نے حیرت کی بجائے خوشی کا اظہار یوں کیا کہ اکثر لوگ ریٹائرمنٹ کے بعد باریش ہو جاتے ہیں اور حسین سحر نے قرآن پاک کا منظوم ترجمہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ملتان میں ان کے اعزاز میں پہلی تقریب کرنے کا اعزاز معروف قانون دان اور عاشق رسولؐ پیرزادہ عبدالسعید کو حاصل ہوا۔ جس میں انہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اپنے گھر میں جمع کیا، وہاں پر پہلی مرتبہ حسین سحر نے قرآن پاک کے منظوم ترجمے کے اقتباسات سنائے، قرآن پاک کا منظوم ترجمہ پابند یا مقفیٰ کی بجائے آزاد نظم کی صورت میں ایک ہی بحر میں کہا گیا تھا جو منظوم ترجمہ قرآن کی صورت میں پہلی بار سامنے آیا۔ حسین سحر کے اس منظوم ترجمہ سے پہلے سیماب اکبرآبادی کا ''وحی منظوم'' ایسے منظوم ترجمہ تھا جس کو عوام الناس سے لے کر خواص تک پسند کیا گیا، اس سے پہلے عبدالعزیز خالد نے ''فرقان جاوید'' کے نام سے منظوم ترجمہ کیا۔ وہ ترجمہ اس لئے پذیرائی حاصل نہ کر سکا کہ ترجمہ کا اسلوب مشکل پسندی کا شکار ہو گیا۔ اس کے علاوہ ماضی بعید میں بہت سے نامو شعراء کرام نے قرآن پاک کے منظور ترجمے کئے لیکن ان کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔

''فرقان عظیم'' پر بات کرنے سے پہلے میں ملتان کی شعری روایت کو دیکھتا ہوں تو مجھے یہاں قادر الکلام شعراء کی ایک طویل فہرست ملتی ہے۔ کوئی نعت رسول مقبولؐ کے ذریعے دھڑا دھڑ



شہرت کے زینے طے کرتا دکھائی دیتا ہے تو کسی نے غزل و نظم کے میدان میں اپنی شناخت بنائی مرثیے بھی کہے گئے اور سلام، منقبت اور مسدس کی کتب بھی سامنے آئیں۔ صد شکر کہ پروفیسر حسین سحر نے محکمہ تعلیم سے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد پی ایچ ڈی کا نہیں سوچا ورنہ شعری دنیا کے قارئین فرقان عظیم سے محروم رہ جاتے۔ پروفیسر حسین سحر نے قرآن پاک کا منظوم ترجمہ کیوں کیا، اس کا جواب وہ فرقان عظیم کے دیباچے میں یوں دیتے ہیں کہ ''اگرچہ قرآن مجید سے مجھے شروع ہی سے ایک ذہنی لگاؤ تھا، لیکن جب میں نے علوم اسلامیہ میں ایم اے کرنے کا ارادہ کیا تو اس عظیم الہامی کتاب کے مطالعے میں میری دلچسپی اور بڑھ گئی۔ اس عرصے میں اس کے مختلف تراجم و تفاسیر کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسا ترجمہ بھی ہونا چاہیے جس میں تمام اہم مکاتب فکر کے تراجم کی خصوصیات موجود ہوں اور یوں وہ سب کے لئے قابل قبول ہو۔ چنانچہ اس ترجمہ کا بنیادی محرک بھی یہی احساس ہے''۔

پروفیسر حسین سحر کو قرآن پاک کا منظوم ترجمہ میں آسانی اس لئے بھی ہوئی کہ وہ پہلے سے ہی حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل اور نظم میں طبع آزمائی کر رہے تھے۔ ان کے بے شمار شعری مجموعے بھی منظر عام پر آ چکے تھے۔ وہ اب ایسا تخلیقی کام کرنا چاہتے تھے جس سے ان کے شعری جوہر مزید نکھر کر سامنے آتے۔ حجاز مقدس میں قیام کے دوران اگر وہ تبلیغ دین کی طرف آ جاتے، وہاں جا کر کسی ادارے سے وابستہ ہو جاتے۔ عربی زبان و ادب کی تاریخ میں نئے مباحث تلاش کرتے۔ یہ سب کچھ ان کے لئے بہت آسان تھا لیکن انہوں نے ایک ایسا راستہ اپنایا جو بہت مشکل تھا، جہاں پر ایک لفظ کی غلطی دین اسلام سے بغاوت کہلاتی ہے، انہوں نے اپنے سامنے بے شمار تراجم قرآن رکھے، منظوم تراجم قرآن کا مطالعہ بھی کیا اور پھر ایک ایسا ترجمہ کیا جو عام فہم ہے فرقہ واریت سے بالاتر ہے، پڑھنے میں لطف آتا ہے، جو شعری محاسن ان کی شاعری میں ملتے ہیں وہی ہمیں ان کے منظوم ترجمہ قرآن میں دکھائی دیتے ہیں، اب یوں لگتا ہے وہ حسین سحر جو حمد و نعت، نظم و غزل کے ذریعے جانا پہچانا جاتا تھا۔ اس کی مستقل پہچان اب فرقان عظیم ہی ہو گی۔ ''فرقان عظیم'' کا جب مطالعہ کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں ایک ایسا ترجمہ قرآن پڑھ رہا ہوں جس کو

پڑھتے ہوئے مجھے یہ احساس بالکل نہیں ہوا کہ میرا کس مکتبہ فکر سے تعلق ہے۔ پروفیسر حسین سحر نے ترجمہ کے آغاز میں لکھا ہے کہ ''قرآن کا عام اسلوب بھی چونکہ نظم آزاد سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے میں نے ترجمہ کے لئے یہی اسلوب اپنایا۔ اگرچہ اس ہیئت کو اپنانے کے باوجود بھی کہیں کہیں مجھے اپنے بیان کی تنگ دامانی کا احساس بھی ہوا لیکن میں نے ہر جگہ زبان کو روزمرہ اور محاورے کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں میں نے شعریت کی زیادہ پروا نہ کرتے ہوئے مطالب و مفہوم کی ترجمانی کو مقدم رکھا ہے، یوں اول تا آخر تمام ترجمہ گویا ایک بحر میں ایک طویل نظم کی شکل میں ہے'' آخر میں پروفیسر حسین سحر کا سورۃ زلزال کا کیا ہوا ترجمہ ملاحظہ کریں اور دیکھیں پروفیسر حسین سحر نے کتنا مشکل ترجمہ کتنی آسانی سے کیا ہے۔ خدا کے نام سے جو مہربان بے حد نہایت رحم والا ہے، ہلا دی جائے گی ساری زمیں جب زلزلے سے (1) اور زمین اندر کے سارے بوجھ باہر پھینک دے گی (2) اور انساں پھر کہے گا 'یہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ (3) وہ بیاں کردے گی سب حالات اس دن (4) کیونکہ اس کو (اے پیمبر) آپ کا رب حکم یہ دے گا (5) اور اس دن لوگ اک اک کر کے قبروں سے نکل اٹھیں گے تاکہ ان کے سب اعمال ظاہر کردیئے جائیں (6) تو نیکی جس نے ذرہ بھر بھی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا (7) اور برائی جس نے ذرہ بھر بھی کی ہوگی تو اس کو دیکھ لے گا وہ (8)۔



# فرقان عظیم اور حسین سحر

(کتاب ایسی ہے یہ جس میں نہیں ہے شک کوئی)

ڈاکٹر خان محمد ساجد

کائنات کے بارے میں اب تک کا انسانی علم بتاتا ہے کہ تمام کائناتی نظام کچھ ازلی اور ابدی اصولوں یا قوانین کے تحت چل رہا ہے کیونکہ جو ربط و تعاون ہمیں مظاہر مادی کے درمیان نظر آتا ہے وہ ان قوانین کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہی یہ کائنات قائم رہ سکتی تھی۔ ان قوانین میں سے کچھ انسان نے اپنے طویل تجربے، تحقیق اور مشاہدات کی مدد سے دریافت کر لئے ہیں۔ انسان کی تمدنی ترقی انہی قوانین کو کسی حد تک سمجھنے کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے ہماری زمین، تمام روشن و تاریک کہکشائیں، اجرام فلکی، بلیک ہولز سب انہیں قوانین میں جکڑے ہوئے ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ ان کی چاردیواری سے باہر جاسکے انہی قوانین کی بدولت ہمیں کائنات کے اندر ایک وحدت اور تعاون نظر آتا ہے۔ اسی کائناتی تعاون کے نتیجے میں آج سے کروڑوں سال پہلے ظہور حیات ہوا۔ اس کی ابتدائی صورت نفس واحدہ (unicellular   arganism) کی شکل میں تھی۔ حیات کی اس ابتدائی شکل کی بنیاد بھی ازلی اور ابدی اصولوں پر تھی لیکن یہ ان کائناتی قوانین کی چاردیواری میں تغیر پذیر بھی تھی اور مختلف پیکروں میں ڈھلتی گئی یہاں تک کہ اسے شعور ذات حاصل ہوا۔ شعور ذات کے ساتھ اسے اختیار و ارادہ کی قوت بھی عطا ہوئی دوسرے لفظوں میں حیات ارتقائی منازل طے کرنے کے بعد انسانی پیکر کی شکل اختیار کر گئی اور بالآخر اس قابل ہو گئی کہ قدرت کی مختلف تخلیقی قوتوں کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر سکے۔ اسی سے اس کائنات میں فساد پیدا ہونے کا خطرہ پیدا ہوا (جس کی طرف قرآن میں اشارات موجود ہیں) چونکہ انسان اپنے مقاصد کو اپنی عقل کی مدد سے وضع کرتا ہے اور تنہا عقل انسان کو مکمل طور پر صحیح سمت میں نہیں لے جاسکتی لہٰذا اس سے اس کی سماجی اور معاشرتی زندگی میں بھی فساد کا اندیشہ تھا اور انسان کی ابتدائی غیر متمدن اور بعد کی متمدن تاریخ اس کی گواہی بھی دیتی ہے اس فساد کو دور کرنے کے لئے خالق

کائنات نے انبیاء ورسل بھیجے جنہوں نے انسان کو بتایا کہ بے زمام عقل سے انسانی مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ اس کے ساتھ انہوں نے انسان کے اختیار وارادہ کے استعمال کے بارے میں انسان کو ابدی اصول اور قوانین بتائے انہی نفوس قدسیہ نے انسان کو سمجھایا کہ انسان اگر اپنے اختیار وارادہ کو تنہا عقل کی بنیاد پر اپنی مرضی سے استعمال کرے گا تو اس سے کائناتی اور سماجی فساد جنم لے گا جس کا انجام انسان کی داخلی اور خارجی دنیا کی تباہی ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ حیات ایک مسلسل عمل ہے اور انسانی موت سے مراد فنا نہیں بلکہ زندگی کی ایک شکل کا دوسری شکل میں منتقل ہونا ہے اس لئے اس دنیاوی زندگی کا فساد اخروی زندگی کے ارتقاء کو بھی متاثر کرے گا۔ انبیاء نے یہ اصول و قوانین اپنے دور کی زبان میں تحریری شکل میں اپنی مخاطب اقوام کو دیئے (ان کا منبع وحی الٰہی تھا) ان تحریری شکلوں کو کتب سماویہ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید اس سلسلے کی آخری کتاب ہے جو عربی مبین میں نازل ہوئی کیونکہ اس کے اولین مخاطب عرب تھے۔ قرآن کی زبان اس قدر سادہ تھی کہ اس دور کے متمدن اور غیر متمدن (اعراب) لوگ س کو بغیر کسی دقت کے سمجھ سکتے تھے گویا زبان بہت سادہ تھی لیکن اس میں فصاحت اور بلاغت کا عنصر تمام زبانوں سے زیادہ تھا یہی وجہ تھی کہ اس دور کے بڑے بڑے شعراء اور زبان دانوں کو بے اختیار کہنا پڑا کہ یہ انسان کا قول نہیں ہو سکتا۔ (ما ہذا قول البشر) چونکہ اصحاب رسول کا فہم قرآن بلند تھا اور انہیں صحبت رسول بھی میسر تھی اس لئے انہوں نے اپنی زندگیوں کو اس کی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیا اور اس سے ان میں وہ اخلاقی اور تمدنی قوت پیدا ہوئی جس نے دنیا کے تمام انسانوں کی فکر کو متاثر کیا اور اس طرح تقریباً تین براعظم عرب کے ان صحرانشینوں کے زیر نگین آ گئے۔

قرآن جب عرب سے عجم میں داخل ہوا تو متن کے لحاظ سے تو مکمل لیکن مفہوم کے اعتبار سے اس میں varability موجود تھی اس لئے عجمی لوگوں کو مفہوم کو صحیح روح کے ساتھ اپنے اندر اتارنے میں دشواریاں پیش آئیں گو بہت سے عجمی علماء نے عربی زبان میں مہارت حاصل کی اور اس کتاب کے مفاہیم (جو اس وقت متعین تھے) کو عوام الناس تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا لیکن عجمی مسلمانوں کی براہ راست قرآن تک رسائی تقریباً ناممکن تھی جو مذہب مسلمانوں میں فروغ



پایا وہ زیادہ تر فقہی تعبیرات وتصریحات پر مبنی تھا (اور ان کے بارے میں ان کے ماننے والوں کا عقیدہ تھا کہ یہ غیر متبدل ہیں) جن میں سے اکثر کی بنیاد فرقہ وارانہ تھی۔ اسی وجہ سے عجم میں عجمی رسومات وعقائد اسلامی فکر کے ساتھ مل گئے اور مسلمانوں پر علاقائی تہذیبوں کا اثر کسی نہ کسی طرح موجود رہا (علامہ کے الفاظ میں، عجم ہنوز نداند رموز دیں) ان حالات میں ضرورت اس امر کی تھی کہ قرآن خالص کو رواج دیا جائے اور مسلمانوں میں قرآنی تفہیم کو اس انداز سے فروغ دیا جائے کہ ہر شخص دین کی مبادیات سے براہ راست آشنا ہو۔ ایسا صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ قرآن کو مقامی زبانوں میں منتقل کر دیا جائے اس لئے بہت سے مسلمان علماء نے اس طرف توجہ دی اور قرآنی ترجموں کا آغاز ہوا۔ برصغیر میں سب سے پہلے شاہ ولی اللہؒ نے قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ فارسی اس زمانے میں برصغیر کی سرکاری زبان تھی اور ہندوستان میں کافی سمجھی جاتی تھی۔ ان کے بعد اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے قرآن کا پہلی دفعہ اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کے بعد اردو تراجم کا ایک سلسلہ چل نکلا اور اب تک قرآن پاک کے ہزاروں تراجم ہو چکے ہیں ان تراجم سے عام مسلمانوں نے کس حد تک استفادہ کیا ہے؟ یہ سوال تحقیق طلب ہے کیونکہ ہمارے دور کے مسلمانوں پر قرآنی اثرات بہت کم نظر آتے ہیں مثلاً قرآن فرقہ بندی کو شرک قرار دیتا ہے لیکن ہمارے دور کے مسلمان فرقہ وارانہ وابستگیوں کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں مختلف فرقوں کی آپس میں سر پھٹول قرآن سے دوری کی وجہ سے ہے (اس کے باوجود کہ سارے مسلمان بڑے احترام سے قرآن کو طاقوں سجا کر رکھتے ہیں) قرآن سے یہ دوری اس لئے ہے کہ مسلمانوں کو جو تراجم پڑھنے کو ملتے ہیں ان کی حیثیت عالمانہ تو ہو سکتی ہے لیکن ان پر کسی ایک فرقے کی چھاپ لگی ہوتی ہے اور یہ عوام کے اندر موجود فرقہ وارانہ تعصبات کو کم کرنے میں بہت کم کردار ادا کرتے ہیں بعض علماء نے تراجم کے ساتھ تفاسیر (جن کا انداز اکثر وبیشتر فرقہ وارانہ ہوتا ہے) بھی شامل کر دی ہیں جس کی وجہ سے تراجم کی کتب کی ضخامت بہت زیادہ ہو گئی ہے اور عام قاری کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ قیل وقال کی بحثوں پر غور کر کے ان کو پرکھ اور سمجھ سکے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ قرآن کا ترجمہ ایسا ہو جو عام مسلمانوں کو آسانی سے سمجھ آ سکے اور اس میں کسی خاص فرقہ یا جماعت

کی تصریحات کو بنیاد نہ بنایا گیا ہو بلکہ یہ ایسا ہو جسے ہر مسلمان اور ہر عام انسان معقول خیال کرے اور امت مسلمہ میں تفرقہ کی خرابیوں کو ختم کرے تاکہ تمام مسلمان قرآن کے الفاظ میں بنیان مرصوص (سیسہ پلائی دیوار) بن جائیں۔ یہ مقصد مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ یہ مقصد علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری میں کسی حد تک حاصل کیا ہے۔ (بعد میں قائداعظمؒ نے اسی روح کو عملی طور پر آگے بڑھا کر پاکستان حاصل کیا) ان کی شاعری کی بنیاد قرآن ہے لیکن کسی فرقے کا مسلمان ان کی شاعری سے مشکل سے ہی اختلاف کرے گا۔ شیعہ، بریلوی، وہابی، دیوبندی سب اپنی تقریروں اور خطبوں میں علامہ کے اشعار دیوانہ وار گنگناتے اور حوالے کے طور پر پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی سے مسلمانان برصغیر میں ایک خاص عملیت پیدا ہوئی اور وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے میرے خیال میں اعجاز قرآنی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا لیکن انکی شاعری قرآنی آیات کا انفرادی مفہوم نہ تھی بلکہ ایک مجموعی پیغام تھی البتہ اس پیغام کی بنیادی خصوصیت اس کا غیر فرقہ وارانہ ہونا ہے۔ اس پیغام سے کم از کم یہ حقیقت ضرور ظاہر ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان دوریاں اتنی نہیں ہیں جتنی کہ قربتیں لہٰذا علامہ کی اس عظیم خدمت کے باوجود اس بات کی ضرورت موجود تھی کہ قرآن کی ایک ایک آیت کو لیا جائے اور اس کا مفہوم سادہ، عام فہم اور بالکل علامہ کی تقلید میں شعری زبان میں بیان کیا جائے تاکہ اس کی تفہیم کے ساتھ اس میں وہ اثر انگیزی پیدا ہو جو علامہ کے شعروں میں ہمیں نظر آتی ہے اس کے ساتھ یہ مفہوم ایسا ہو جو مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک متفق علیہ ہو یعنی جس طرح تمام مسلمان قرآن کے متن پر متفق ہیں اس کے مفہوم پر بھی متفق ہوں یہ مقصد اگر حاصل ہو جاتا ہے تو مسلمان ایک جسد واحد کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ قرآنی اخلاق و کردار میں ڈھلے ہوئے یہ پیکر دنیا کو اسی طرح متاثر کر سکتے ہیں جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے کیا تھا اور آج جو ایک دوسرے کا گلہ کاٹ رہے ہیں اس مفہوم کے زیر اثر ایک دوسرے پر جان دینے والے بن سکتے ہیں۔ میرا ذہن لاشعوری طور پر کسی ایسی ہی شخصیت کا منتظر تھا جو یہ کام کر دکھائے۔ آج جب میرے سامنے پروفیسر حسین سحر (خدا انہیں اجر عظیم عطا کرے) کا کیا ہوا منظوم قرآنی ترجمہ فرقان



عظیم میرے سامنے ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ علمی اور ادبی شخصیت حسین سحر ہی کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے گذشتہ دنوں ان سے گفتگو کے دوران مجھے اندازہ ہوا کہ یہ ترجمہ کرتے ہوئے انہیں بے حساب مشکل گھاٹیوں سے گزرنا پڑا ہوگا۔ زیادہ تر کام انہوں نے سعودی عرب میں کیا جہاں وہ اپنی قابلیتوں کی بنیاد پر بڑی پرکشش ملازمت بھی کر سکتے تھے لیکن انہوں نے حرمین شریفین میں بیٹھ کر اس عظیم کام کو مجاہدانہ ہمت اور اپنے فرزندان کے مالی تعاون کے ساتھ سرانجام دیا اور آٹھ سال سے زیادہ عرصہ اس عظیم علمی خدمت کی نظر کیا۔ کتاب کے آخر میں دی گئی فہرست کتب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک ایک آیت کا مفہوم متعین کرنے میں قواعد عربی کے ساتھ ساتھ انہوں نے بیسیوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اس کے علاوہ انہوں نے سائنسی حقائق کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ اس ترجمے کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ ترجمہ وسیع حاشیوں سے بے نیاز ہے اس کے باوجود اس میں وہ تمام سامان موجود ہے جو تمام بڑی بڑی تفاسیر کا مقصود تھا۔ آخر میں چند آیات (یا آیات کے ٹکڑوں) کا ترجمہ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ ان الفاظ کی سادگی، موسیقیت اور معنویت پر جتنا غور کرتے جائیں اتنی ہی روح جھومتی ہے۔

| | |
|---|---|
| بسم اللہ الرحمن الرحیم هل جزآء | خدا کے نام سے جو مہرباں بے حد نہایت رحم والا |
| الاحسان الا الا احسان فبای الآء | ہے بھلائی کا بھلا بدلہ بھلائی کے سوا کیا |
| ربکما تکذبن | ہے (رحمٰن، ۶۰) بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی |
| | نعمتیں کیا کیا (رحمٰن، ۶۱) |
| یمعشر الجن والانس ان استطعتم | نکل بھاگو زمین و آسماں کے تم کناروں سے، اگر |
| ان تنفذو من اقطار السموات | ہمت ہے تم میں اے گروہ جن و انساں! تم مگر |
| والارض فانفذ و لا تنفذون الا | جا ہی نہیں سکتے بغیر اس زور و قوت کے (جو تم |
| بسلطن | رکھتے نہیں ہرگز)، (رحمٰن، ۳۳) |
| فبای الآء ربکما تکذبن | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی قدرتیں کیا کیا۔ |
| | (رحمٰن، ۳۴) |

| | |
|---|---|
| فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس ولا جان | کسی جن وبشر سے پوچھنے کی پھر ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ (رحمٰن،۴۰) |
| فبای الآء ربکما تکذبٰن | بھلا جھٹلاؤ گے تم اپنے رب کی حکمتیں کیا کیا۔ (رحمٰن،۴۴) |
| انی اخاف اللہ رب العلمین وھو اللطیف الخبیر | کہ میں اللہ رب العالمین سے خوف کھاتا ہوں بہت باریک ہیں اور باخبر ہے وہ (انعام،۱۰۳) |
| فینبئکم بما کانو یعملون | وہ بتلائے گا ان کو جو وہ کرتے تھے (انعام،۱۰۸) |
| فادعوا اللہ مخلصین له الدین ولو الکفرون | تو اللہ کو پکارو تم عبادت کرکے خالص، چاہے یہ کافر برا مانیں۔ (مومن،۱۴) |

اوپر دی گئی آیات میں (الآء) کا ترجمہ کرتے ہوئے تین مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ نعمتیں، قدرتیں، حکمتیں۔ اس سے ان آیات اور پچھلی آیات کے درمیان جہاں ایک معنوی ربط پیدا ہوگیا ہے وہاں ترجمہ کی خوبصورتی میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے (الآء) کے یہ تینوں معانی قدیم عربی زبان میں ملتے ہیں۔ آخر میں پروفیسر حسین سحر کو اس لافانی کام پر مبارکباد پیش کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ اگر مسلمانان پاک وہند اس منظوم ترجمانی کا مطالعہ کریں تو وہ اس حقیقت کو پالیں گے جو ہماری راہ عمل متعین کرتی ہے۔

تو اگر می خواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

ترجمے میں مزید بہتری لانے کیلئے میں اپنے آپ کو کسی تجویز کے قابل تو نہیں سمجھتا لیکن کچھ تجاویز ذہن میں ابھرتی ہیں جو نہایت احترام کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہوں:

(۱) اس ترجمے میں ایک چیز جو میں نے محسوس کی ہے کہ اگر کوئی ایک آیت حوالے کے طور پر کہیں لکھنی ہو تو اس آیت کا ترجمہ لکھتے وقت اکثر دفعہ ایک رکن آدھا یا تہائی لکھا جائے گا کیونکہ آیات کو مسلسل بحر جوڑ دیتی ہے میری ناقص رائے میں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔



(۲) ہمارے دور میں سائنسی ترقی نے ان قدیم تصورات کو بالکل بدل کر رکھ دیا ہے جو قدیم زمانے سے زندگی اور کائنات کے بارے میں چلے آرہے تھے لہٰذا اب نئے تصورات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یا ان کی روشنی میں قرآنی آیات کے مفہوم ومطالب میں مزید وسعت کی گنجائش میرے خیال میں باقی ہے۔ مصنف کو اس طرف مزید توجہ دینی چاہئے (گویا اس میں شک نہیں انہوں نے اس طرف قابل ستائش حد تک توجہ دی ہے)۔ میرے خیال میں قرآن کو زیادہ سمجھنے کیلئے قدیم عربی جو قدیم عرب شاعری میں ملتی ہے (کیونکہ کسی زبان کے الفاظ کا مفہوم بھی وقت کے ساتھ بدلتا ہے) اور سائنسی علوم سے مدد لی جائے تو اور بھی اچھا ہے۔ مسالک کی تشریحات ایک خاص عہد کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ہمارے عہد میں ان کو ہو بہو مان لینا مناسب نہیں۔ قرآن کو قرآن سے اور سائنسی علوم کی روشنی میں سمجھنا زیادہ ضروری ہے۔ اس سلسلے میں علامہ غلام احمد پرویز صاحب کی بہت سی کتابیں مثلاً لغات القرآن، مفہوم القرآن اور ڈاکٹر عبدالودود کی کتاب Koran and the phenomenon of nature مطالعے کے قابل ہیں۔ میرے خیال میں انسانی علم جیسے جیسے ترقی کرتا جائے گا قرآنی مفہوم اسی نسبت سے زیادہ واضح ہوتا جائے گا۔ اس بات کی وضاحت میں قرآنی آیت "الشمس تجری لمستقر لها" کے حوالے سے کرنا چاہوں گا۔ زمانہ ماضی میں اس کا مفہوم یہ لیا گیا کہ سورج متحرک ہے اور زمین ساکن ہے اور یہ کہ سورج زمین کے مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے لیکن موجودہ سائنسی اور جغرافیائی معلومات اس مفہوم کی نفی کرتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ زمین اور سورج دونوں متحرک ہیں اور اپنے اپنے راستوں پر گامزن ہیں سورج کا طلوع وغروب سورج کی زمین کے مشرق سے مغرب کی طرف حرکت کی وجہ سے نہیں بلکہ زمین کی اپنے محور کے گرد حرکت (rotation) کی وجہ سے ہے لہٰذا ان سائنسی حقائق کو ذہن میں رکھیں گے تو ہمیں قدیم مفہوم میں تبدیلی لانی پڑے گی اس طرح ''مستقر'' کا مفہوم اگر Orbit یا Plane لیا جائے تو بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔